

صلی اللہ علیہ وسلم
بامحمدؐ ووسیار
حاجی محمد منیر قریشی

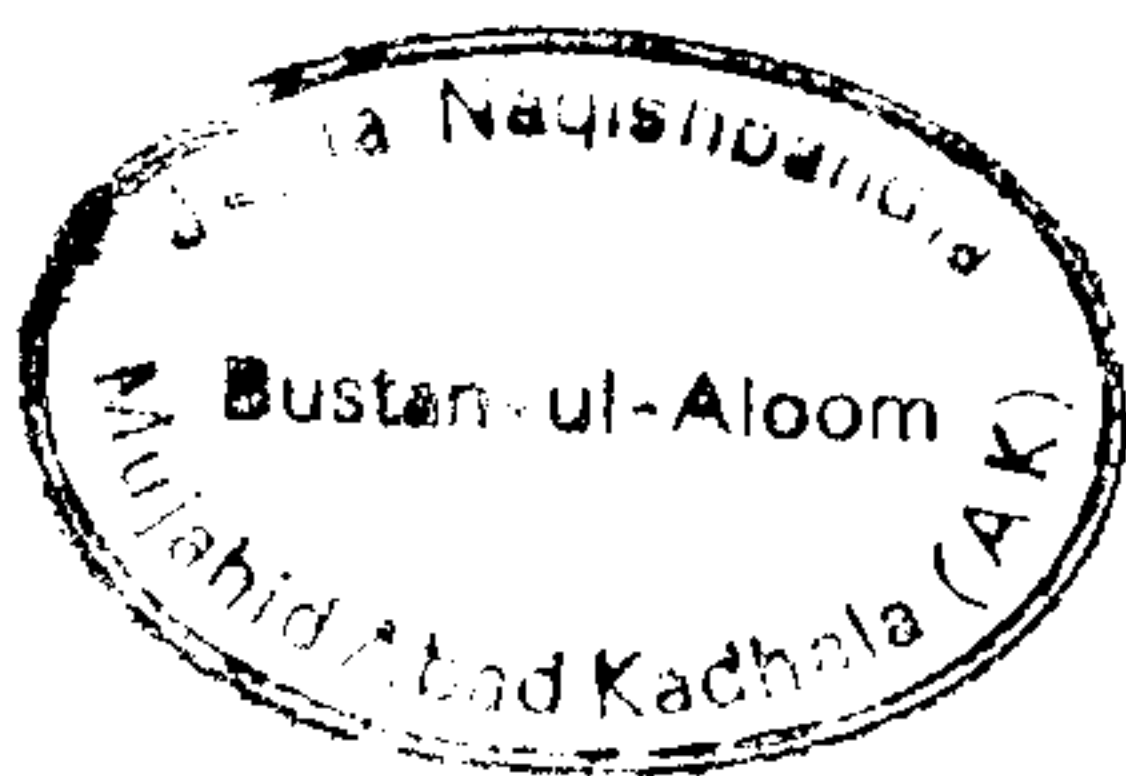


Book Series

Serial No.

Price

Date



۱۹۹۳ء

نذیر حسین نے

زاہد بشیر پرنٹرز سے چھپوا کر

نذیر سنز پبلشرز ۴۰۔ اے اردو بازار لاہور سے شائع کی

قیمت : 15

آنحضرت کی بشریت

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صحابہ کرام کو جب صوم وصال سے

منع فرمایا تو یہ تفریح کی۔

میں تمہاری مثل نہیں ہوں۔
مجھے کھلا یا پلا دیتا ہے۔

إِنِّي كُنْتُ مِثْلَكُمْ إِذَا
أَطْعَمْتُ وَأَسْقَى

تم میں میرا مثل کون ہے؟
میں رات گزارتا ہوں۔ میرا رب
مجھے کھلا پلا دیتا ہے۔

أَيْسَلُّكُمْ مِثْلِي إِذَا ابْتِئْتُ
يُطْعِمُنِي رَبِّي فَرِيضَتِي۔

میں تمہاری طرح نہیں ہوں۔ میں
رات گزارتا ہوں ایک کھلانے
پلانے والا مجھے کھلا پلا دیتا ہے۔

كُنْتُ كَهَيْئَتِكُمْ إِذَا ابْتِئْتُ
بِى مَطْعَمًا يُطْعِمُنِي

فہرست

۵	سبب تالیف
۱۵	۱۔ با خدا دیوانہ باش و با محمد ہوشیار
۲۲	گزارش احوال واقعی
۳۲	حضور کو اپنے جیسا ظاہر کرنے کے نقصانات
۳۹	سلف صالحین کا طریقہ
۵۲	زندہ نبی کی زندہ تعلیم
۶۰	شرک و بدعت
۶۴	فرقہ بندی
۷۱	اتحاد ملت

۷۴

خاترہ کلام

۸۲

روایاتے صالحہ

۹۶

حرفِ انز



سبب تالیف

ہر قوم اپنے بانی اور ہادی کی تعلیمات کی تشریح و توضیح کے ساتھ ساتھ اس کی زندگی کے نمایاں پہلوؤں کو اجاگر کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ اور جب ہادی کل اور باعث تکوین عالم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی لاتی ہوتی ہدایت پر روشنی ڈالی جاتے تو آپ کی تعظیم و تکریم میں جس قدر بھی مبالغہ کیا جاتا ہے۔ امتِ محمدیہ کے لئے ایک طے شدہ امر ہے کہ ”بعد از خدا بزرگ توفی قصہ مختصر“ خالق کائنات جل جلالہ کی ذات و صفات کو صرف اسی کے ساتھ مخصوص رکھنے کے بعد جو کچھ بھی تعریف و توصیف ہے وہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات بابرکات ہی کو سزاوار ہے اور جس امتی کو آپ کی یہ تعریف دکھتی ہے اس کے ایمان میں یقیناً نقص ہے اور وہ تعلق بالرسول میں الجھاؤ کا شکار ہے۔ چاہے بظاہر وہ کتنا ہی عالم ہو اور اس نے دنیا بھر کی کتابوں کو اذہر کر رکھا ہو لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلے میں ایسی کوئی بھی شخصیت پرگاہ کے

برابر بھی وقعت نہیں رکھتی۔ دین صرف کتابوں سے حاصل نہیں ہوتا بلکہ

دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

موجودہ تحریر کا موجب بعض لوگوں کا وہ رویہ اور سلوک ہے جو وہ سرور

کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات پاک کے بارے میں روار کھتے ہیں خصوصیت

کے ساتھ ایسی آیات، ایسے اقوال اور ایسے شواہد تلاش کر کے اہتمام کے ساتھ

پیش کئے جاتے ہیں جن سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک عام آدمی کی

سطح پر دکھانا مقصود ہوتا ہے اور یہ تاثر دینا اور ہوتا ہے کہ آپ صرف خدا کا

پیغام پہنچانے والے رسول، پیغامبر یا ہر کار سے ہیں اور بس۔ الفاظ کے سطحی

معانی پر زور دیا جاتا ہے اور روح سے صرف نظر کیا جاتا ہے۔ حالانکہ اگر بہ فرضِ حال

لغوی معنوں میں پیغامبر ہی مانا جاتے تو یہ بھی تو دیکھنا لازمی ہوگا کہ کس حلیل اللہ

ہستی کا پیغامبر! جو خالق کائنات ذرے ذرے کا مالک دلوں کے بھید

جاننے والا، حتیٰ و کیوم رحمن و رحیم ہے۔ جیسی بھیننے والی عظیم الشان ہستی

لازوال ہستی ویسی ہی پیغام لانے والی باکمال ہستی! الہذا وہ کوئی عام طرح

کا انسان نہیں ہو سکتا وہ عبد نہیں ہے عبدہ ہے اس کی شان میں اولیٰ

گستاخی سے اعمال کے ضائع ہو جانے کی دُنید آتی ہے۔ لیکن خیال رہے وہ

ترا پیغام بر نہیں ہے کیوں کہ پیغام بر کے لئے ہوتے پیغام میں پیغام بر کا

نام اس کی تعریف یا اس کا ذکر نہیں ہوتا جب کہ یہاں صورت حال ہی دوسری

ہے۔ سدا پیغام پیغام بری کی زندگی کا پر تو ہے اسی میں لکھا ہے کہ وَرَفَعْنَا لَكَ
ذِكْرَكَ (ہم نے تیرے ذکر کو بلند کر دیا) دَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ
(اور عنقریب تیرا رب تجھے اتنا زیادہ عطا کرے گا کہ تو راضی ہو جاتے گا) اِنَّا اَعْطَيْنَاكَ

الْكَوْثَرَ (ہم نے تم کو کثیر و بہت زیادہ برکات و فزادانی والی چیزیں عطا کیں)

عزیز و اگر خدا کے اس ابدی پیغام ہی کا بہ نظر ایمان مطالعہ کرو گے تو آپ

پر یہ راز منکشف ہو گا کہ یہ ایک نرالا پیغام ہے اور اس کا لانے والا بھی نرالا پیغام

ہے۔ یہ پیغام اسی محور کے گرد گھومتا ہے۔ لہذا پیغام کو اسی کے حوالہ سے سمجھا

جائے گا اور اس کی عملی ہدایات کی روشنی میں اس پر عمل بھی کیا جائے گا۔ اندیس

حالات جو شخص بھی حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام یا قرآن حکیم کے مابین فرق یا بعد

ثابت کرتا ہے راہ ہدایت سے بھٹکا ہوا ہے۔

غلاف پیغمبر کے راہ گزید

کہ ہرگز بہ منزل نہ خواہد رسید

حضرت سعد بن ہشام بن عامر نے ایک بار اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ

رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلق کے بارے میں دریافت

فرمایا، آپ نے جواب میں فرمایا: کیا تو قرآن نہیں پڑھتا؟ حضرت سعد نے کہا ہاں

پڑھتا ہوں۔ اس پر حضرت صدیقہ کائنات نے فرمایا: درحقیقت صلی اللہ علیہ وسلم کا

خلق قرآن تھا، آپ کے اس بیان کا یہ مقصد ہے کہ قرآن حکیم میں جس قدر محاسن

اور مجاہد اخلاق مذکور ہیں وہ سب آپ کی ذاتِ اقدس میں پائے جاتے تھے۔
الغرض آپ مجسم قرآن ہیں۔ قارئینِ کرام! واضح ہوا کہ ہم قرآن کو اور قرآن کے
لانے والے کو جدا جدا نہیں مان سکتے۔

تاریخ قرآن (از مولانا عبدالقیوم ندوی) میں مندرج ہے :-

انکارِ حدیث کے سلسلے میں سب سے مقدم یہ سوال ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا منصب کیا تھا؟ اگر ان کی حیثیت خاتمِ بدین محض
ایک "پوسٹ مین" کی تھی کہ خط پہنچا دینے کے بعد اس کا کام ختم ہو گیا اور مکتوب الیہ
کی اور کسی چیز سے اسے کوئی بحث نہیں تو بے شک حدیث و سنت قابلِ توجہ نہیں ہے۔
لیکن واقعہ اس کے خلاف ہے۔ رسول اللہ کی حیثیت خالی پیامبر کی نہیں تھی کہ قرآن
کی آیات پہنچا دینے کے بعد آپ کی ذمہ داری ختم ہو گئی۔ بلکہ وہ اس پیام کے شائع
مُرسل الیہ، اُمت کے معلم اور طبیب بھی تھے اور اس طرح عقائد، عبارات، معاملات
اخلاق غرضیکہ تمام دینی و دنیوی ضروریات میں اس کے ہادی اور رہنما بنا کر بھیجے
گئے ہیں۔ قرآن میں فرمایا گیا "اَسَىٰ خَدَانِے اَنۡ یُّرۡیَہُوۡنَ فِیۡۤ اٰیٰتِیۡنِیۡ سِوَاۡ رِسُوۡلِیۡ
ہِیۡۤ اِنۡ یُّرۡیَہُوۡنَ فِیۡۤ اٰیٰتِیۡنِیۡ سِوَاۡ رِسُوۡلِیۡ" اور وہ یہ کام اپنے عمل سے سکھاتا ہے اور مجسم
قرآن بن کر جیسا کہ ہم نے شروع میں عرض کیا کہ ہر قوم اپنے ہادی کی تعریف میں

رطب اللسان ہوتی ہے لیکن یہاں معاملہ ہی دوسرا ہے۔ اپنے آپ کو حضور کا امتی کہنے والے ہی حضور کے متعلق ان خیالات کی اشاعت کرتے ہیں جن سے آپ کی شان اور مرتبہ کا انخامراد ہوتا ہے۔ ۱۹۷۶ء میں اسلامی عالمی میلے کے سلسلے میں ایک مجلس مذاکرہ کا انعقاد رائل البرٹ ہال لندن میں ہوا جس میں پاکستان کے ایک معروف عالم کا مقالہ پڑھا گیا۔ اس میں ریکارڈ عالم کے متعلق کھل کر یہ کہا گیا کہ

”نہ ہی وہ نامعلوم کے علم کا دعویٰ رکھتے تھے“

توڑ کا مقام ہے کہ عقیدہ کو اسلام کا وہ کونسا تصور دینے کی کوشش کی جا رہی ہے جس میں باقی اسلام کے علم کو نشانہ بنایا جاتا ہے۔ خود قرآن سے فتوہی لے لیتے تو معاملہ حل ہو جاتا قرآن کہتا ہے کہ ہم نے ”نامعلوم“ کا علم دیا۔

عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمُ انسان کو نامعلوم کا علم سکھایا (انسان سے

مراد حضرت آدم علیہ السلام ایک قول کے مطابق حضور نبی کریم ہیں۔ معالم (خازن)

- وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ

و مقرب، لوگ نہیں پاتے اس کے علم میں سے مگر وہ جتنا وہ چاہے (انبیاء اور سل

کو غیب پر مطلع فرمانا ان کی نبوت کی دلیل ہوتی ہے م

بلکہ حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے بارے میں فرماتے ہیں۔

وَأَنْتَ أَعْلَمُ مِنَ اللَّهِ مجھے اللہ کی جانب ان چیزوں کا علم دیا گیا

مَا لَا تَعْلَمُونَ۔ جو تمہیں معلوم نہیں۔

عزیز و انبی کے معنی ہی خبر دینے والا ہیں کیا آپ نامعلوم کا علم نہ رکھنے والے کو نبی کہہ سکتے ہیں؟ اور خصوصیت سے جو انبیاء کا دربار ہو؟ اللہ تعالیٰ قوموں میں اپنے رسول بھیجتا ہے تو ان کو معجزوں سے مسلح کر کے بھیجتا ہے۔ تاکہ جب اچانک معترض سوال کر بیٹھیں تو وہ فوراً جواب دے سکیں۔ کیا آپ نے واقعہ مدراج کے بعد کفار کے اعتراضات پر مسجد اقصیٰ کی متزلزل اور اس کے آثار کی تفصیل بیان نہیں فرمائی؟ معترض کے لیے یہ غیب تھا اور آپ کا آنکھوں دیکھا حال۔ فی زمانہ جب کہ اقوام عالم اسلام میں دلچسپی لے رہی ہیں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو عام انسان کے روپ میں پیش کرنا نہایت ہی خطرناک مہم ہے۔ ہم دیکھ رہے ہیں کہ کافر قومیں قرآن حکیم اور دیگر دینی کتابیں نہایت اعلیٰ طباعت کے ساتھ شائع کر رہی ہیں ان میں تفسیر، قرأت، حدیث، سیرت نبوی، تاریخ اسلام اور تصوف سب ہی موضوع شامل ہیں۔ ان کا معیار اتنا اعلیٰ ہوتا ہے کہ خود مسلمان اتنے پاتے کی تصانیف شائع نہیں کر سکتے۔ حالانکہ وہ لوگ شعائر اسلام کے سخت خلاف ہیں لیکن خدا تعالیٰ ان کے ہاتھوں سے تجارتی مقاصد کے لئے ہی سہی یہ کام کروا رہا ہے۔ شارع علیہ السلام نے خود اس بات کی خبر دی ہے۔ جو آج پوری ہو رہی ہے۔

بے شک اللہ تعالیٰ اسلام کی تائید ایسے

لوگوں سے کرایگا جو اس کے ماننے والوں

ان اللہ لیؤید الاسلام بحال

ماہر من اہلہ۔

میں سے نہ ہوں گے۔

حال ہی میں امریکا کے ایک چوٹی کے ماہر تاریخ دان اور مصنف مائیکل ہارٹ نے ایک کتاب شائع کی ہے جس کا نام ہے "دو تاریخ عالم کی ایک سو شخصیات" ان میں سے سب سے پہلا مقام اس نے حضور سید الاولین والآخرین صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ میں کوئی مذہبی آدمی نہیں ہوں۔ میں نے صرف اس معیار کو سامنے رکھا ہے کہ وہ کون سی ہستی ہے جس نے تاریخ عالم کو بہت زیادہ متاثر کیا ہے اور کاروانِ زندگی کے پیچھے لازوال اور ان مٹ نقروش چھوڑے ہیں اور میں یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ یہی بانی اسلام ہی کی ہستی ہے۔

اپنے آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پیرو کہنے اور سمجھنے والوں کے لئے مقامِ عبرت ہے کہ پیغمبر علیہ السلام کی تعریف میں بیروں نے اپنے ضمیر کی آواز پر لبیک کہہ دیا ہے اور ہم میں ہی وہ بد بخت ہیں کہ سرد کائنات کی جائز تعریف و توصیف کے سلسلے میں بخیلی سے کام لیتے ہیں جو بعض اوقات آپ کی واضح تنقیص کی صورت اختیار کر لیتی ہے۔

عاقبت کائنات کی خوشی اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و اکرام میں ہے۔ اور اس کی ناراضگی آپ کی کسر شان اور تنقیص میں ہے۔ لہذا ہر مسلمان کو اس سلسلے میں نہایت احتیاط سے کام لینا چاہیے کہ کہیں اس کے شمار ان تیرہ بختوں میں نہ ہو جائے جو آنحضرت کی توبیوں اور محاسن کو کم کر کے دکھانے پر تلے ہوئے ہیں جب اللہ تعالیٰ خود حضور

کاشیا تو ان ہے اور آپ پر درود بھیجتا ہے تو ایک مسلمان آپ کی تعریف
 و توصیف بیان کرنے سے کیسے پیچھے رہ سکتا ہے۔ حضور کی محبت ہی
 ایمان کا معیار اور تم ازو ہے۔ آپ سے جتنی زیادہ محبت ہوگی ایمان اتنا مضبوط
 ہوگا۔ سو عزیزو! اس ناکارہ کم علم اور علم دین کے ایک حقیر طالب علم نے
 گستاخ اور بے ادب نام کے مسلمان کہلوانے والوں کی طرف سے شروع
 کی گئی مہم کو دیکھتے ہوتے اس تصنیف کی صورت میں یہ جسارت کی ہے اور
 اس کی دعا ہے کہ یہ کوشش اور جدوجہد بارگاہِ محمدیت (جل جلالہ) اور
 بارگاہِ محمدیت و صلی اللہ علیہ وسلم، میں شرفِ قبولیت سے نوازی جائے۔ آمین

قابل توجہ

یہ تصنیف راقم کے جذبات و احساسات کی عکاس ہے اور اس کی اشاعت کا مقصد اپنے ہم خیال اور ہم عقیدہ اصحاب کے لئے تسلی اور اطمینان قلب کا حصول ہے۔ نہ اس سے بحث کا دروازہ کھولنا مراد ہے نہ ہی کسی حلقہ پر اعتراض یا اس کے مخصوص ذہنی رجحان کی بیخ کنی کرنے کا ارادہ ہے۔ کیوں کہ ایک بے مایہ متلاشی علم کا یہ منصب نہیں۔ امید کی جاتی ہے کہ اسے اسی رنگ میں لیا جائے گا۔ اس تحریر میں اپنے پاس سے کچھ بھی بیان نہیں کیا گیا۔ ان حقائق کو اجاگر کیا گیا ہے جو اوپر بیان کردہ مقصد کو پورا کرنے میں معاون نظر آتے ہیں۔ اگر اس کوشش سے کسی کو فائدہ پہنچ جائے اور صراطِ مستقیم پر آجائے تو زہے نصیب!

مخلص۔ (حاجی) محمد منیر قریشی

مقامِ مسرت

حکومتِ پاکستان کا یہ فیصلہ قابلِ تعریف ہے کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم ،
 اہل بیت ، ازواجِ مطہرات اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کی شان میں
 گستاخی قانون کی نظر میں قابلِ گرفت قرار دی گئی ہے۔ افضل تو یہی ہے کہ کلمہ گو
 اصحابِ خود ہی ادب اور احتیاط کا راستہ اختیار کریں اور خدا اور رسول کی رضامندی
 حاصل کریں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

با خدا دیوانہ باش با محمد ہوشیار!

انسان کی فطرت میں اپنی ذات کو اہمیت دینے اور بلندیاں حاصل کرنے کا مادہ موجود ہے اور تو اور بعض انسان خدا کی دعا دعویٰ بھی کر بیٹھتے ہیں۔ ان میں سے ایک طبقہ اقدار اعلیٰ سے بد مست ہو کر خدا بن جاتا ہے۔ فرعون، ہامان، شداد اس کی مثالیں ہیں اور ان کا بھرت تاں انجام بھی ہمارے سامنے ہے۔ دوسرا طبقہ اپنی ماحول سے تعلق رکھتا ہے اور خدا کی دعا دلویدار ہوتا ہے۔ ایسے لوگ عوام کی تضحیک کا نشانہ بن کر یا دماغی توازن سے محروم ہو کر اپنے انجام سے دوچار ہو جاتے ہیں۔ دونوں صورتوں میں ایسے مصنوعی خداؤں کو کچھ نہ کچھ ڈھیل دی جاتی ہے اور خدا کی طرف سے ان پر فوری گرفت نہیں ہوتی۔ حقوق الہی میں انسان کی دست اندازی اور پتھر کے بتوں سے اس کی وحدانیت کی مخالفت ایسے اعمال ہیں کہ خدا اپنے حقوق کی حفاظت و احترام کے لئے انسان کا خون نہیں بہاتا ہے۔ وقت پر ایسے لوگ انجام کو پہنچ جاتے ہیں۔ لیکن اپنی مخلوق کے

حقوق کی پامالی کو خدا برداشت نہیں کرتا۔ اسی لئے کہا جاتا ہے کہ اسلام میں حقوق العباد کو حقوق اللہ سے زیادہ اہمیت دی گئی ہے۔ خاص طور پر اپنے بندے (عبید) کے حقوق خدا کو بہت عزیز ہیں۔ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ کا درجہ خدا کے بعد اعلیٰ ترین ہے۔

بعد از خدا بزرگ توفی قصہ مختصر

اس کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت کے بارے میں کچھ سوچنے اور اس کا اظہار کرنے میں حدود جیسا احتیاط لازم ہے بڑے بڑے اولیاء اللہ اور جید علماء نے حضور کو نہایت عزت و تکریم سے یاد کیا ہے ان کے پیش نظر پروردگار عالم کا وہ فرمان ہوتا ہے جس میں اُس نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے آداب بیان تعلیم کئے ہیں قرآن حکیم میں فرمایا کہ لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَن تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنتُمْ لَا تَشْعُرُونَ (خبردار) اپنی آوازوں کو نبی علیہ السلام کی آواز سے اونچا مت کرو ورنہ تمہارے تمام نیک اعمال اکارت جائیں گے اور تمہیں خبر بھی نہ ہونے پاتے گی۔

آپ کو پتہ ہے کہ صحابہ کرام نے اس حکم کو کس رنگ میں لیا ہا ایک صحابی تھے ثابت بن قیس جن کی قدتی طور پر آواز اونچی تھی وہ ڈر کے مارے گھر میں بند ہو کر بیٹھ رہے مباد اور بار رسول میں کہیں آواز بلند نہ ہو جاتے۔ اور مسلمانوں کی جماعت سے نام ہی خارج ہو جاتے لیکن حضور علیہ السلام کی

نظرِ کرم سب امتیوں پر ہوتی ہے اور آپ امتیوں کی نیتوں سے آگاہ ہیں۔
 آپ نے اس صحابی کو بلا کر اس کا ڈر دور کیا کہ اس صورت میں تقدتی مجبوری
 ہے کہ محمدی آواز بلند ہے خدا تمہاری نیتوں کو دیکھتا ہے اور بلاوجہ پکڑ
 نہیں کرتا۔ ایک محدث تھے حافظ عبدالرحمن بن مہدی (متوفی ۱۹۸ھ)
 وہ جب حدیث پڑھتے تو سننے والوں اور دیگر حاضرین مجلس کو خاموش رہنے کا
 حکم دیتے اور فرماتے کہ آیت شریف لَا تَرْفَعُوا...۔

کا مطلب یہ بھی ہے کہ حدیث شریف کی قرات کے وقت سکوت اختیار کیا جاتے
 جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیات شریف میں آپ کے قول مبارک کے
 سننے وقت واجب تھا۔ اللہ اللہ کیسے مودب لوگ تھے۔

جو اصحاب یہ کہتے ہیں کہ یہ ادب حضور کی ظاہری زندگی میں ضروری
 تھا اور پردہ فرمانے کے بعد ضروری نہیں ان کا خیال یکسر غلط ہے۔ تمام
 سلف صالحین اور مشہور ائمہ دین کا یہ متفقہ فیصلہ ہے کہ آپ کے متعلق قرآنی
 احکام اور ادب قیامت تک اسی طرح واجب عمل ہیں۔ جیسے کہ آپ کی
 اس وارثانی میں موجودگی کے وقت تھے۔

حضرت سہیل تبصری فرماتے ہیں جو شخص ہر حال میں حضور نبی کریم
 کو اپنا ولی اور مالک نہ جانے اور اپنے نفس کو اپنی ہی ملک سمجھے وہ سنت
 کا مزہ نہیں چکھ سکتا۔ (حکایات صحابہ۔ حافظ محمد زکریا، آخراعت اور امت

کے رکھوالے کے درمیان ہمہ وقتی تعلق ہونا چاہیے۔ بصورت دیگر آپ آنحضرت کو شاید یعنی امت پر گواہ کیسے کہہ سکیں گے؟

” حضور علیہ السلام کے پر وہ فرمانے کے بعد کی بات ہے کہ جب کبھی مسجد نبوی کے گرد کسی مکان میں میخ و نیزہ ٹھونکی باقی تو اس کی آواز سن کر حضرت عائشہ صدیقہؓ فوراً کہلا بھجیتیں کہ رسول اللہ صلی علیہ وسلم کو اذیت نہ دو۔

اسی بات کا لحاظ رکھتے ہوئے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنے گھر کے دونوں کوارٹر مدینہ منورہ سے باہر مناصع کے مقام پر تیار کروائے۔ تاکہ ان پر کام کرنے سے اوزاروں کی آواز مسجد نبوی میں نہ جائے اور اس سے حضور کو اذیت نہ پہنچے۔ (وفاء الوفا)

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ شفا شریف میں فرماتے ہیں۔ وہ تمام چیزیں جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبت ہے، ان کی تعظیم و تکریم کرنا، حریم شریفین میں آپ کے مشاہد و مساکن کی تعظیم کرنا اور آپ کے منازل اور وہ چیزیں جن کو آپ کے دست مبارک یا کسی اور عضو نے چھوا، یا آپ کے نام مبارک سے پکاری جاتی ہوں، ان سب کا اکرام کرنا، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی کی تعظیم و تکریم میں شامل ہے۔ اور صحابہ کرام اس پر عمل کرتے رہے ہیں۔ چند واقعات ملاحظہ ہوں۔

۱۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جام آپ کے سر مبارک کے بال کاٹ رہا تھا اور صحابہ کرام گروا گروا حلقہ باندھے متناکر رہے تھے کہ حضور کا جو بال مبارک گرے وہ کسی نہ کسی کے ہاتھ میں آجائے (صحیح مسلم۔ باب قریہ ...)

۲- اسی طرح جب آپ وضو فرماتے تھے تو آپ کے صحابہ پانی کا ایک قطرہ بھی زمین پر گرنے نہیں دیتے تھے اور تیر کا اٹھا لیتے تھے۔ آپ کا پسینہ شیشی میں لے لیا جاتا تھا۔ حضرت انس بن مالک کی وصیت کے مطابق، وہ کافور و صندل جو مردوں کو لگایا جاتا ہے اور جس میں حضور کا پسینہ ملا ہوا تھا۔ آپ کی وفات کے بعد آپ کے جسم پر ملا گیا۔ (صحیح بخاری)

۳- حضرت خالد بن ولیدؓ کی ٹوپی میں حضورؐ کے موئے مبارک تھے۔ وہ ٹوپی کسی جنگ میں گر گئی تو انہوں نے مڑ کر سخت حملہ کیا اور خاصے جانی نقصان کے بعد دوبارہ وہ ٹوپی حاصل کر لی۔ ان کا یقین تھا کہ ان بالوں کی برکت سے انہیں جنگوں میں فتح حاصل ہوتی ہے۔

۴- حضرت خدائشؓ نے آنحضرتؐ سے وہ پیالہ بطور تبرک لے لیا جس میں حضورؐ کھانا کھاتے تھے۔ حضرت عمر فاروقؓ جب حضرت خدائش کے ہاں جاتے تو ان سے وہ پیالہ طلب کرتے۔ اسے آپؐ زمزم سے بھر کر پیتے اور اپنے چہرے پر چھینٹے مارتے۔ (اصحاب، ترجمہ خدائش)

۵- آنحضرتؐ کا اونی جتہ کسروانی جس کی جیب اور دونوں چاکوں پر دیبا کی بنجاف تھی۔ حضرت عائشہؓ صدیقہ سے حضرت اسماء نے لے لیا۔ جو فرماتی ہیں کہ اس جتہ کو رسول اللہؐ پہنا کرتے تھے۔ ہم اسے دھو کر بغرض شفا بیماریوں کو پلاتے ہیں (صحیح مسلم)

۶- حضرت کعب بن زبیر ایمان لائے تو انہوں نے ایک قصیدہ بانٹ سعاد پڑھا۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنی چادر میں ڈھانک دیا

حافظ ابن عمر نے بیان کیا ہے کہ اس چادر کو خلفاءِ عیدین میں پتے رہے۔

۷۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو لوگوں نے دیکھا کہ منبرِ منیف میں جو جگہ رسول اللہ کے بیٹھے کی تھی اسے ہاتھ سے مس کیا اور پھر اس ہاتھ کو اپنے منہ پر مل لیا۔ (شفا شریف - طبقات ابن سعد)

۸۔ جب حضرت عمر بن عبدالعزیز خلیفہ ہوئے تو انہیں معلوم ہوا کہ ایک صحابی کے پاس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا لحاف ہے۔ چنانچہ انہوں نے وہ منگوا لیا۔ جب آیا تو حضرت عمر بن عبدالعزیز اس سے اپنے چہرے کو ملنے لگے۔ (تاریخ صغیر البخاری)

۹۔ جب حضرت عمر بن عبدالعزیز کی وفات کا وقت آیا تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ بال اور ناخن منگوائے اور وہ میت کی کہ یہ میرے کفن میں رکھ دیئے جائیں چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ (طبقات ابن سعد)

۱۰۔ حضرت اسعد بن زرارہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایک چار پائی بدیہ کے طور پر پیش کی۔ اس کے پائے ساگوان کی لکڑی کے تھے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اس پر سویا کرتے تھے۔ جب آپ کی وفات شریف ہوئی تو آپ کو اسی چار پائی پر رکھا گیا۔ پھر بعد میں حضرت ابو بکر صدیق کو بھی وفات پانے پر اس پر رکھا گیا۔ بعد ازاں حضرت عمرؓ کے شہید ہونے پر اس پر رکھا گیا۔ لوگ اپنے فوت ہونے والوں کو بطور تبرک اسی پر رکھا کرتے تھے۔ محمد بنوا میر میں یہ چار پائی حضرت عائشہ صدیقہ کے چھوڑے ہوئے مال میں سے فروخت ہوئی۔ عبداللہ بن اسحاق نے اس کے ثمنوں کو

چار ہزار روپے میں خرید لیا (ذرقالی)
 قارئین کرام! یہ امثلہ سینکڑوں میں سے چند ہیں اور کسی مسلمان
 کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہمارے شریفیہ کے متبرک ہونے سے انکار نہیں ہو سکتا
 خصوصاً جب کہ حضور کے صحابی ان سے عقیدت و محبت کا سلوک کرتے ہیں۔ اسی سے
 اندازہ لگائیے کہ اولیاء اور علماء حق جو آنحضرت ہی کی برکات کے وارث اور امین ہوتے
 ہیں ان کے ہمارے شریفیہ میں بھی برکت پائی جاتی ہے۔ اس سے انکار کرنا حرمان و بد نصیبی
 کے سوا اور کیا ہے۔ ؟

حاجی محمد منیر قریشی کی دیگر تصانیف

صلی اللہ علیہ وسلم

رضی اللہ تعالیٰ عنہ

رحمۃ اللہ علیہ

(ایک جائزہ)

(دعائیں -)

انسانِ کامل

پارِ کامل

پیرِ کامل

اسلام اور سائنس

قرآنی دعائیں۔

حلّ المسکلات

گزارش احوالِ واقعی

نگاہِ عشق و مستی میں وہی اول وہی آخر

وہی قرآن وہی فرقان وہی لُطیف وہی ظہر

جس شخص کے دل میں عبادتِ ایمان موجود ہے آپ اس سے دریافت کریں کہ آیا وہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف و توصیف میں اپنی ذہنی صلاحیتوں کو صرف کرنا پسند کرے گا یا کہ موقعِ بے موقع ایسے حالات تلاش کر کے بیان کرنا چاہے گا جن سے حضورؐ کی تنقیص نکلتی ہو چاہے وہ ظاہری الفاظ کی رو سے درست ہی ہوں۔ تو یقین ہے کہ ایک راسخ العقیدہ مسلمان پہلی ہی بات کو پسند کرے گا۔ کیوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و توقیر میں بھلائی ہی بھلائی ہے۔ اور شرک کو تو قبیح نہیں۔ صرف ایک بات کو ملحوظ رکھتے ہوئے کہ خدا کی ذات اور صفات میں کسی کو شریک نہ کیا جائے اور اس کے علاوہ اعلیٰ سے اعلیٰ مراتب اور صفات میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات مبارکہ کو شامل سمجھا جاتے یہ بات ہم اپنے پاس سے نہیں کہہ رہے۔ خود خالق کائنات نے اپنی مخلوق

کے لئے اپنے حبیب حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت کرنا واجب قرار دیا ہے کیوں کہ علماء کا فرمان ہے کہ محبت سے عظمت قائم ہوتی ہے اور عظمت سے اس ہستی کی اطاعت کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ جس کی اطاعت کو اللہ تعالیٰ نے اپنی اطاعت قرار دیا ہے

وَمَنْ يَطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ اطَاعَ اللَّهَ

جس کسی نے۔ مول کی اطاعت کی اس نے

(در اصل، اللہ کی اطاعت کی۔

خیال رہے کہ اطاعت کی تکمیل حقوق کی ادائیگی سے ہو سکتی ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق، حقوق العباد میں سے اعلیٰ و ارفع حقوق ہیں اور ہر کلمہ گو پر ان کی ادائیگی واجب ہے۔ قرآن حکیم میں جو رسول مقبول کے حقوق بیان ہوتے ہیں ان میں سے چند قابل غور ہیں۔

۱۱، آپ کو اپنی جان سے بھی عزیز رکھو۔

۱۲، آپ جن باتوں کا حکم دیں فوراً بجا لاؤ اور جن سے منع کریں ان سے باز آجاؤ۔

۱۳، آپ کی آواز سے اپنی آواز کو بلند نہ کرو۔

۱۴، آپ سے دبا پاس ادب، اس طرح کھل کر بات نہ کرو۔ جس طرح آپس میں ایک دوسرے سے کھل کر بات کی جاتی ہے۔

۱۵، آپ پر درود و سلام بھیجئے رہو۔ (غصنی یا علی کی کوئی قید نہیں ہے۔)

۱۶، آپ کی تعظیم کرو اور آپ کو ایذا نہ دو۔

۱۷، آپ کے لاتے ہوتے دین کی امداد اور اعانت کرو۔

یہ بجا ہے کہ قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ (کہہ دیجئے کہ میں تمہاری مثل ایک انسان ہوں)۔ قرآنِ حکیم ہی کی آیت ہے لیکن مخالفت اور ضد کے جذبہ سے اس کا تکرار گناہ سے کم نہیں۔ اس عاجز کے تجربہ میں یہ بات آتی ہے کہ ایک شخص اپنی کم علمی کے باعث اور راقم تحریر کو اپنی دانست میں پڑانے کی غرض سے اس کے مکان کے گرد چکر لگاتے ہوتے مندرجہ بالا آیت کی اونچی آواز سے تکرار کرتا تھا۔ راقم صرف اس کے حق میں دعا ہی کرتا تھا کہ خدا تعالیٰ اس کو حق سمجھنے کی توفیق دے۔ اسی طرح ضد کے ساتھ توحید کا ورد رکھنا اور رسالت کا نام نہ لینا بھی مستحسن فعل قرار نہیں پاتے گا۔ کئی لوگ اپنے آپ کو موحّد کہلانے پر اصرار کرتے ہیں۔ مگر کا نام توحید منزل اور رک کا نام توحید روڈ رکھتے ہیں۔ بظاہر یہ بے ضرر باتیں ہیں۔ لیکن یہ ایک مہم کا حصہ ہیں جس سے رسالت اور ولایت کی اہمیت کو نظر انداز کرنا مقصود ہوتا ہے۔

خالق کائنات کا یہ احسانِ عظیم ہے کہ اس نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو انسانوں اور جنوں کی رشد و ہدایت کے لئے بھیجا اور آپ کو افضل البشر کا درجہ دے کر ساری انسانیت کو شرف سے نوازا۔ آپ کا ادھر خالق سے واصل ہونا اور مخلوق میں شامل ہونا ساری مخلوقات کے لئے نعمتِ عظمیٰ ہے۔ آیاتِ قرآنی اور احادیث میں بیچے چھو کو لے کر اور ان کی روح معانی سے صرف نظر کرتے ہوتے ان کو ابھارنا اور نبی علیہ السلام کے درجہ اور اختیارات کی تقلیل میں پیش کرنا بے شک آپ کی تکریم و تعظیم کے منافی ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس عالم میں رونق افروز تھے تو منافقوں نے ایک

مسجد بنائی اور آپ سے اس میں قدم رنجہ فرماتے اور نماز پڑھانے کی درخواست کی۔
 لیکن خدا تعالیٰ نے بذریعہ وحی آپ کو مطلع کر دیا کہ منافقین نے یہ مسجد محض مسلمانوں
 میں بھوٹ ڈالنے کے لئے بنائی ہے۔ اس میں ہرگز تشریف نہ لے جائیں۔ کیوں کہ نام
 تو اس کا مسجد ہی ہے لیکن اس کی بنیاد تقویٰ اور پرہیزگاری پر نہیں رکھی گئی۔ آپ نے
 دو اصحابوں کو اس کے مسد کرنے کا حکم دے دیا۔ چنانچہ وہ مسجد جسے مسجد ضار کا نام
 دیا گیا گرا دی گئی۔ اس سے یہ امر ثابت ہوا کہ ہر عمل میں تقویٰ اور حیا کی کمی کا ہونا شرطِ اولیٰ
 ہے۔ بظاہر کسی کام کی شرعی صورت ہی معلوم ہو رہی ہو لیکن اگر اخلاص و صداقت موجود
 نہ ہو تو بیکار ہے۔ بلکہ موجبِ خسار ہے انسان اپنے آپ کو دھوکہ دے سکتا ہے لیکن
 خدا و رسول کو دھوکہ نہیں دے سکتا۔

ایک اُمتی کو یہ بات زیب نہیں دیتی کہ وہ اپنے نبیؐ کی توفیق سن کر بد مزہ
 ہو جاتے۔ جب یہ حدیث شریف موجود ہے جس میں آپؐ نے فرمایا کہ میری امت میں
 اب شرک پھیلنے کا مجھے ڈر نہیں ہے۔ شرک و کفر کی رعد تو بہت دور ہے۔ آپؐ کو کسی
 لغت میں ایسا مواد نہیں ملے گا جس میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خدا قرار دیا گیا ہو۔
 نعتوں میں حضورؐ کی صرف ان خصوصیات کا بیان ملے گا جو احادیث سے ثابت ہیں۔
 پھر گھبرانے کی کونسی وجہ ہے معتزض کو چاہیے کہ پہلے علمِ دین کے سرمایے کو اپنے
 ایمان و یقین کی روشنی میں دیکھے۔ خالی مکاتبات نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم
 کو محض پیغام لانے والا بہرکار قرار نہیں دیا۔ (نقل کفر کفر نہ باشد) بلکہ خود فرمایا ہے

کَرِهَ دَسْرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ (ہم نے تیرے ذکر کو بلند و بالا کر دیا ہے)۔

پھر حدیثِ قدسی میں ہے: اِذَا ذُكِرْتُ ذُكِرْتُ مَعِيَ، اسے رسول جب بھی میرا ذکر ہوگا تیرا بھی ذکر ساتھ ہی ہوگا۔ اگر نعتِ خواں چاہتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ کے رفعِ ذکر میں ان کا بھی حصہ شامل ہو تو یہ امر کس طرح موجب اعتراض ہو سکتا ہے؟ امتِ نبی کے ہر فرد کے دل میں حضورِ کائناتِ خواں بننے کی تمنا ہوتی چاہیے خصوصاً موجودہ دور میں ریڈیو، ٹی۔وی اور لائٹ سلیکروں پر شیطانی آوازیں سوچی سمجھی سکیموں کے تحت بلا مجاہدانہ کی جا رہی ہیں تاکہ ان کے شور میں آثارِ دین سمیت سب کچھ بک رہ جاتے۔ کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ طاعوتی عناصر اپنے مکروہ مذاہم میں کامیاب ہو جائیں۔ اور ہم محض تماشا دیکھا کریں۔ نہیں نہیں آج کا اجتہاد یہ ہے کہ ذکرِ علی کو علم کیا جائے قرأت، نعت اور مواعظِ حسنہ عام پکڑتے جاتیں ان کے ٹیپ ریکارڈز کی آواز ہر گھر ہر گلی کوچے سے بلند ہوتی چاہیے تاکہ ہم اور آپ اپنے کانوں سے دَسْرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ کا نظارہ دیکھیں اور خدا کے ذکر کے ساتھ ہی حضور کا ذکر بلند ہوتا اپنے کانوں سے سنیں جو کہ خداوند تعالیٰ کا حکم اور منشا ہے۔

معلوم ہو کہ نعتوں کے سرمایے میں بزرگوں، اولیاء اللہ، علمائے حق اور دہِ دل رکھنے والے عام مسلمانوں کی نعتیں شامل ہیں۔ جن کو پڑھنے اور سننے سے ایمان تازہ ہوتا ہے اور شیطان دور بھاگتا ہے۔ مولانا روم، مولانا جامی، شیخ سعدی، امام بومیری، اعلیٰ حضرت شاہ احمد رضا، علامہ اقبال، ظفر علی خاں

ان سب اللہ والوں کا نعتیہ کلام تبلیغ دین کا ایک ذریعہ ہوتا ہے۔ عوام الناس کے بعض کلام پر بری شدت سے اعتراض وارد کئے جاتے ہیں اس کی وجہ بھی یہی ہے کہ موضوع کی نظر بعض الفاظ پر ہوتی ہے معافی اور روح پر نہیں ہوتی۔ مثال کے طور پر نعت کے اس شعر کو لیجئے۔

خدا جو پکڑے چھڑا لے صلی اللہ علیہ وسلم

محمد جو پکڑے چھڑا کوئی نہیں سکدا

اس شعر کا صاف سہما مطلب یہ ہے کہ آنحضرت کو خدا تعالیٰ نے شفاعت کا منصب عنایت کیا ہے۔ اور وہ امت کی شفاعت کر کے بخشوا لیں گے۔ اگلے مصرعے کا مطلب وہی ہے جو اوچ۔

یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہوشیار

کا ہے کہ حضور کے گستاخ کو خدا خود گرفت کرتا ہے اور نہ وہاں شفاعت ہوگی نہ اس کی بخشش ہوگی۔ شفاعت صرف گنہگار اور انبیاء کے ماننے والوں اور ادب کرنے والوں کے لئے ہے۔ قیامت کے دن لوگ یکے بعد دیگرے سارے انبیاء علیہم السلام کے پاس حاضر ہوں گے اور شفاعت کرنے کی درخواست کریں گے اور وہ سب مذر خواہی کریں گے۔ حتیٰ کہ آخر کار حضور شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوں گے اور آپ فرمائیں گے ہاں مجھے خدا نے شفاعت کا منصب عنایت کیا ہے۔ چونکہ ان سب نے انبیاء علیہم السلام کی طرف ان کی عزت و تکریم ملحوظ رکھتے

ہوتے سفر کیا ہوگا۔ اس لئے وہ مودب قرار پائیں گے اور آخر کار حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شفاعت کے باعث غضب الہی سے خلاصی پائیں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ایک روایت ہے کہ ”منکر شفاعت کے نصیب میں شفاعت نہیں ہوگی“ اس کے لئے تو تعلق بالرسول بہت ضروری ہے۔ یہ ہو نہیں سکتا جو امتی اپنے نبی کا مودب اور پکارنے والا ہو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسے بھول جائیں حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

سَأَسْأَلُ اللَّهَ يَا خَيْرَ الْبُرَايَا اے مخلوق کے افضل ترین اللہ کے رسول
نَوَالِكَ أَبْتَغِي يَوْمَ الْقَضَاءِ مجھے قیامت کے روز آپ کی نظر کرم کی ضرورت ہوگی۔

حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت کا مسئلہ بڑا ہی نازک مسئلہ ہے۔ جس ہستی کی تعریف خود خداوند کریم جل جلالہ بیان کرے اس کی تعریف کو قوی اور کیا کر سکتا ہے؟ حقیقی نعت صرف ایسے لوگ ہی کہہ سکتے ہیں کہ جن کے رگ و پے میں حضور کی محبت سرایت کر چکی ہو۔ اس لئے مناسب ہے کہ صرف ایسے ہی صحابیان رسول کی نعتیں پڑھی جائیں جو آپ کے آداب کی نزاکت کا لحاظ رکھتے ہیں۔ لفاظی اور علمی کاوش سے کہی گئی نعت محض لفظوں کا مجموعہ تو ہو سکتی ہے لیکن اس میں علالت موجود نہیں ہوگی۔ نعت خواں کا روح کی گہرائیوں سے حضور کا والا و شیدا ہونا ضروری ہے۔ اور اس کے کلام سے بھی جذبہ ایمان کی پختگی اور والہانہ عشق نبی کا اظہار ہوتا ہے۔ سوز و گداز میں ڈوبے ہوتے اشعار دل میں اتر کر میان رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دلوں کو سکین

پہنچاتے ہیں۔

راقم کی تحریر کا مقصود و مراد یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نام لیاوتوں کو سدا اپنے محسن نبی کی تعریف و توصیف ہی سننی واجب ہے۔ اور وہ ایسی تحریروں یا تقریروں سے حذر فرمیں جن میں کسی بھی پہلو سے آپ کی تنقیض نکلتی ہو۔ کیوں کہ کوئی بھی محب اپنے محبوب کی برائی نہیں سن سکتا۔ اور یہاں تو معاملہ ہی اور ہے اور اس سستی کا ذکر ہے جسے خدا نے ہر طرح کے عیوب اور تقاص سے پاک اور مبرا بنایا ہے۔

امام بو صیری رحمۃ اللہ وبرکاتہ کے ان شعروں اور حافظ منظر الدین صاحب

کی نعت پر یہ باب ختم کرتا ہوں۔

(۱) فَحُرَّتْ هَلَّ فَجَابِرٍ غَيْرَ مَشْتَرٍ

وَجَدَّتْ كُلَّ مَقَامٍ غَيْرَ مُزْدَحَمٍ

پس آپ نے ہر قابل فخر فہلیت یعنی شفاعت، ختم نبوت، مقام محمود و دیگر، اپنے میں بلا ظرکتِ غیر سے جمع کر لی ہے۔ اور ہر بلند مقام سے بغیر کسی مقابلہ کے منفرد انداز میں گزر گئے ہیں۔

(۲) بَشْرَىٰ لَنَا مَعَشُوا الْإِسْلَامِ إِنْ لَنَا

مِنَ الْعِنَايَةِ ذِكْرًا غَيْرَ مُنْهَدِمٍ

اے اہل اسلام! ہماری خوش قسمتی ہے کہ خدا کی مہربانی سے ہمیں حضور کی شریعت کی صورت میں، ایسا سہارا (ستون) مل گیا جو کہ کبھی گرنے والا نہیں۔

(۳) وَمِنْ تَكُنَّ بِرَسُولِ اللَّهِ نُصْرَتُهُ
إِنَّ تَلْقَهُ الْأُسْدُ فِي أَجَامِهَا تَجْم

اور جس کو (مقابلہ میں) رسول اللہ کی تائید و نصرت مل جائے اگر اس کا سامنا کچھاروں
میں شیروں سے بھی ہوجائے تو وہ اس کے سامنے دم بخورہ جائیں۔



نعت شریف

ہم سوتے حشر چلیں گے شہ ابرار کے ساتھ
 رہ گئے منزلِ سدرہ پہ پہنچ کر جبریلؑ
 بخت بیدار ہے، یاد رہے مقدر اس کا
 یہ تو طیبہ کی محبت کا اثر ہے ورنہ
 اسے خدا دی ہے اگر نعت نبیؐ کی توفیق
 جب کھلے شریں گیسوتے شفاعت ان کے
 میں یہ کہتا ہوں کہ تھا ان کی نظر کا اعجاز
 ایسا حجِ زحمتِ بیجا کے سوا کچھ بھی نہیں
 گردینے کا تصور ہو تو ظلمت کیسی!

قافلہ ہوگا رواں قافلہ سالار کے ساتھ
 چل نہیں سکتا فرشتہ تری رفتار کے ساتھ
 جس نے دیکھا ہے نہیں یدہ بیدار کے ساتھ
 کون رو قلم ہے پٹ کر درو دیوار کے ساتھ
 حسن کردار بھی دے لذت گفتار کے ساتھ
 ہم سے عاصی بھی نظر آئیں گے ابرار کے ساتھ
 لوگ کہتے ہیں کہ دیں پھیلا ہے تلوار کے ساتھ
 عشقِ محکم نہ ہوگا احمد مختار کے ساتھ
 ربط مضبوط رہے عالم انوار کے ساتھ

پہلے سے مجھ سا بھی گنہگار گزر جائے گا
 ہوگی سرکار کی رحمت ہو گنہگار کے ساتھ
 رات دن بھیج سلام ان پر ملائک کی طرح
 پڑھ و رُو د ان پر علامان و فادار کے ساتھ
 دیکھ! اے معترضِ نعتِ رسولِ عربی
 قربِ حسان کو ملا تھا انہی اشعار کے ساتھ
 سب عطا میں ہیں خدا کی میرے مولا کے طفیل
 ورنہ یہ لطف و کرم مجھ سے گنہگار کے ساتھ

ہم بھی منظر نہیں گے کوئی نعتِ رنگیں
 گر ملاقات ہوئی شاعرِ دربار کے ساتھ

آنحضرت کو پکارنے کے آداب

اللہ تعالیٰ نے دیگر انبیاء علیہم السلام کو نام بنام خطاب فرمایا ہے یا آدم
 یا ابراہیم۔ یا موسیٰ۔ یا داؤد۔ یا عیسیٰ لیکن سارے قرآن مجید میں
 کہیں آنحضرت کے نام پاک کے ساتھ ندا نہیں کی گئی۔ بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم
 کے معزز انعامات کے ساتھ خطاب فرمایا گیا ہے۔ یعنی

یا ایھا النبی۔ یا ایھا الرسول۔ طہ لیسین

یا آدم است یا پدرا نبیاء خطاب یا ایھا النبی خطاب محمد است
 آیت لا تجعلوا دُعَاءَ الرَّسُولِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا

(رسول اکرم کو اس طرح نہ پکارو جیسے تم آپس میں ایک دوسرے کو پکارو۔)
 علامہ صاوی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کے تحت عام مسلمانوں کو ہدایت فرماتے
 ہیں کہ حضور کو ان کا نام لے کر یا محمد ندا نہ کرنا چاہیے بلکہ غایت تعظیم و
 توقیر کے ساتھ یا رسول اللہ۔ یا نبی اللہ۔ یا امام المسلمین۔ یا خاتم النبیین
 جیسے انقبالت کے ساتھ ندا کیا کرو۔

حضور کو اپنے جیسا ظاہر کرنے کے نقصانات

یہ کیسا امتی ہے کہ جس کے دل میں آنحضرت کی تحقیر کرتے ہوئے چھین محسوس نہیں ہوتی۔ آپ کو بے اختیار، لاعلم اور امت کے احوال سے غافل ثابت کرنے کے لئے طرح طرح کے دلائل تلاش کتے جاتے ہیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ جل شانہ نے اپنی امت کے تعلق میں حضور کو مختار بنایا ہے۔ جسے چاہیں کسی شرعی حکم سے مستثنیٰ کر دیں۔ یہ آپ کا منصب خاص ہے جس کا بیان آگے آئے گا۔ آپ کو اپنی امت پر گواہ و شہید بنایا گیا ہے۔ اور قیامت کو آپ افراد امت کے سارے اعمال کو پہلے ہی جانتے ہوں گے۔ اسی کو علامہ اقبال نے یوں بیان کیا ہے۔

روزِ محشر عذر ہاتے من پذیر

تو عننی از ہر دو عالم من فقیر

از نگاہِ مصطفیٰ تنہاں بگیر

گو اگر یعنی حسابم ناگزیر

افراد امت کو ایسا کام نہیں کرنا چاہیے کہ جس کے لئے حضور علیہ السلام کے سامنے شرمندگی اٹھانی پڑے اور ہمیشہ ہر حال میں یوں گویا سمجھنا چاہیے کہ ہمارے تمام

اعمال پر انحضرت کی نظر ہے پھر ہم سے حضور کی تعلیم کی خلاف ورزی والے کام نہیں ہوں گے۔ لہذا آپ کو اپنے جیسا انسان سمجھنے کا ایک نقصان تو یہ ہے کہ ہم خدا تعالیٰ کی مشا کے خلاف آپ کو عام مخلوق کے برابر قرار دینے کے متکبر ہوتے ہیں۔ محبوبِ خدا منزه عن الخطا اور ایک عام عاصیِ خاطر انسان کے مابین فرق کو ملحوظ نہیں رکھتے۔ اور اس طرح اپنی عاقبت خراب کرتے ہیں۔

جب لوگ کہتے ہیں کہ حضور ہمارے جیسے انسان ہیں تو عظیم عظیم کرتے ہیں۔

قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ کہہ دیجئے کہ بیشک میں تم جیسا انسان ہوں۔

واقعی قرآنِ حکیم کی آیت ہے لیکن اس کے یہ معنی کب ہیں کہ آپ ہر جہت سے دوسرے انسانوں کی طرح ہیں؟ عزیز و انور ایمان کے ساتھ دیکھو کہ کوئی سے دو انسان اگرچہ معروف معنوں میں ایک جیسے کہے جاتے ہیں لیکن ان کی شکل و شبہت، قد، رنگ، آواز، عادات پسندنا پسند، خصلت وغیرہ کی خاصیتیں ہیں جو آپس میں بالکل نہیں ملتیں۔ اسی طرح بشر ہونا حضور کی ایک جہت ہے۔ آپ کو بشر پیدا کر کے خالق کائنات نے بشریت پر احسانِ عظیم کیا ہے مگر دین کسی فرشتے یا جن کی معرفت بھیجا جاتا تو انسان اس سے ہرگز مانوس نہ ہوتے۔ پھر سنت کا وجود ہی نہ ہوتا۔ افراد امت کس کی پیروی کرتے؟ ہماری خوش قسمتی ہے کہ حضور علیہ السلام خیر البشر بنائے گئے۔ آپ نے انسانوں ہی پر چھین گزارا۔ تجارت کی۔ شاویاں کیں۔ جنگیں لڑیں اور قیامت تک کے لئے نمونے قائم کئے۔ تاکہ امت کو کارزارِ زندگی کے ہر موڑ پر آپ کا نمونہ مل سکے لیکن اس سلسلے میں بھی

آپ یکتا ہیں کیوں کہ دوسرے انبیاء نے اپنی عملی مثالیں اور نمونے نہیں چھوڑے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی کی زندگی کو سامنے رکھیں تو آپ کو معلوم ہو گا کہ وہ تیس سال کی زندگی ہی میں آسمان پر اٹھاتے گئے۔ نہ انھوں نے شادی کی۔ نہ تجارت کی۔ نہ ہی جنگ لڑی تو بتاتے وہ کسی کے لئے کیسے نمونہ بن سکتے ہیں؟ بیسویں پچوٹوں کے ساتھ سلوک۔ لیکن دین میں حکومتی معاملات میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی کو ہی نمونہ پیش نہیں کرتی۔ خود مسلمانوں کی طرف سے آنحضرت کو عامی انسان قرار دینے سے غیر مسلموں پر منفی اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ اب عیسائی مشنریوں کو لے دے کے ان مسلمانوں کی تحریروں پر انحصار کرنا۔ پڑتا ہے جو حضور علیہ السلام کی کسر شان میں اثری چوٹی کا زور لگاتے رہتے ہیں۔ اور حضرت عیسیٰ السلام کے مقابلہ میں باقی اسلام کو کم تر ثابت کرنے لگتے ہیں ان کی کتابوں میں ایسے مسلمانوں کی تحریروں اور تقریروں کا حوالہ دیا جاتا ہے۔ خصوصاً قرآن پاک کی بعض آیات کا احتیاط سے مبرا ترجمہ ان لوگوں کی مطلب براری میں بہت کام آتا ہے۔

پادری سلطان احمد نے جو اعتراضات اسلام پر کئے ہیں ان میں آیات و آئینہ

إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا لِيُفِرَّكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمُ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا نَأْخُذُ
 — وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدَىٰ وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدَىٰ بھی شامل ہے۔

ذرا ترجمہ ملاحظہ فرمائیے۔ تحقیق فتح دی ہم نے تجھ کو ظاہر فتح تو کہ بخشے واسطے تیرے خدا کو
 کچھ ہوا تھا پہلے گناہوں تیرے سے اور جو کچھ پیچھے ہوا.....
 اور پایا تجھ کو راہ بھولا ہوا اور پس راہ دکھائی.....

آب اعلیٰ حضرت شاہ احمد رضا خاں کا ترجمہ ملاحظہ ہو۔ بے شک ہم نے تمہارے لئے روشن فتح فرمادی۔ تاکہ اللہ تمہارے سبب سے گناہ بخشے تمہارے انگلوں کے اور

تمہارے پھیلوں کے

اور تمہیں اپنی محبت میں خود رفتہ پایا تو اپنی طرف راہ دی
 تعصب کی عینک اندر اگر دور ترجمہ عام کیا جاتا تو عیسائیوں کو یہ کہنے کا موقع تو نہ ملتا کہ مسلمانوں کے قرآن کے مطابق محمد صاحب کے اگلے اور پھلے گناہ ثابت ہیں۔ نیز آپ کبھی بے راہ بھی رہے ہیں۔ نوذباللہ۔ یہ امر بالاتفاق تسلیم ہے کہ تمام نبی معصوم من الخطا ہوتے ہیں پھر اگلے پھلے گناہوں کے بخشنے کا مفہوم کس طرح پیدا ہو سکتا ہے؟ اگر نبی کو اپنے جیسا انسان کہنے روش چلتی رہی تو اس طرح کی بے احتیاطیاں بھی معرض وجود میں آتی رہیں گی۔

آپ کا منصب خاص

حضرت امام جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں کہ حضور کو خاص طور پر

یہ منصب حاصل ہے کہ آپ جس کو چاہیں

کسی حکم شرعی سے مستثنیٰ فرمادیں۔

بِأَنَّهُ يُخَصُّ مَنْ شَاءَ بِمَا شَاءَ

مِنَ الْأَحْكَامِ الْخَاصَّةِ كَبُرَى جلد ۱۴

اس کی مثالیں پیش کرنے کے سلسلے میں امام قسطلانی نے پانچ اور امام سیوطی نے دس واقعات بیان فرماتے ہیں۔ جب کہ اعلیٰ حضرت بریلوی نے پندرہ۔ یہ سب صحیح معتبر احادیث سے لے گئے ہیں۔ ابو بردہ کو قربانی کے لئے چھ مہینے کے بکرے کی اجازت

مرحمت فرمائی گئی۔ جب کہ قیامت تک کے لیے پورے ایک سال کے بکرے کی قربانی بائز ہے۔ پھر ایک جنگ کے اختتام پر مالِ غنیمت کی تقسیم پر صرف ایک انگوٹھی سونے کی رکھی گئی وہ حضور نے اپنے ہاتھ سے حضرت برابر ابن عازب کو پہنادی اور فرمایا: جو کچھ تمہیں اللہ و رسول پہناتے ہیں پہن لو۔ انہوں نے پھر وہ انگوٹھی کبھی نہیں اتاری۔ حالانکہ روکو سونے کی انگوٹھی پتہ حرام ہے۔ اسی طرح ایک دفعہ ایک شخص دو نمازیں پڑھنے کی شرط پر مسلمان ہونے کو تیار ہوا اور حضور علیہ السلام نے اس کی اجازت دے دی اور اس کے اسلام کو قبول کر لیا۔ اگر آج کوئی شخص اس شرط پر ایمان لانا چاہے کہ دو ہی نمازیں پڑھوں گا کوئی بھی اس کو اجازت نہیں دے سکتا نہ ہی اس کے ایمان کو تسلیم کیا جائے گا۔ اس وقت تو حضور سرور کائنات ظاہری حیات کے ساتھ موجود تھے اور آپ کو خدا نے مالکِ شریعت، شارعِ اسلام اور اپنا خلیفہ اعظم بنایا تھا اور مرتبہ مرحمت فرمایا تھا کہ جس کو چاہیں اور جس حکمِ شرعی سے چاہیں مستقلیٰ افرادیں جنگِ احد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے شہید ہو جانے کی ذمہ داری لیں۔ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا مدینے میں سخت بیقرار ہو گئیں اس پر ایک عورت نے آپ سے وعدہ کیا کہ میں حضور کی خبر میدانِ جنگ سے لاتی ہوں اور وہ لشکرِ گاہ پہنچیں تو راستے میں اپنے خاوند کی لاش ملی اس نے وہاں توقف نہ کیا پھر اپنے اکلوتے بیٹے کا جسم بے جان دیکھا وہاں بھی نہ ٹھہری بلکہ وہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش میں تھی۔ بالآخر وہ آپ کے پاس پہنچ گئی اور قدموں میں گر پڑا اٹھی حضورؐ پدرو پدرو بار بار اور تمام میرا قبیلہ

آپ پر جانیں نثار کر چکا ہے میں بھی فدا ہونے کو آتی ہوں اور حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا پیغام لاتی ہوں۔ وہ آپ کی بدلتی میں گریہ کناں ہیں۔ آپ کے حکم پر اس عورت نے واپس جا کر سیدہ کو حضور کی بشارتِ حیات سنائی اور ان کو ساتھ لے کر پھر آپ کی خدمت میں پہنچی۔ حضور نے دونوں خواتین کی تشفی کی کہ میں ابھی حیاتِ ظاہری میں ہوں۔ اس پر حضرت فاطمہ نے کہا ابا جان! میں اس عورت کو انعام دینا چاہتی ہوں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت سے فرمایا: مانگ کیا مانگتی ہے؟
 تماری من کرام ذرا غور کریں۔ آپ کی وسعتِ اختیار و بخشش کو دیکھتے۔ اب اس عورت پر منحصر ہے کہ وہ دنیا کی نعمتیں سمیٹ لے یا آخرت کی۔ اس عورت نے عرض کی: ”میں صرف یہ چاہتی ہوں کہ بروز قیامت میرا یہ ہاتھ سیدہ فاطمہ کے ہاتھ میں ہو۔ اور وہاں مجھے بھلا نہ دیا جائے۔“
 حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وعدہ فرمایا۔ سبحان اللہ! آپ کے مختارِ کل ہونے پر ان لوگوں کا کس قدر ایمان تھا۔

عویز بھائی تو ابلی روزِ روشن واقعات کے ہوتے ہوتے بھی یہ کہنے والے موجود ہیں کہ جس کا نام محمد و علی ہے وہ کسی بات میں اختیار نہیں رکھتے اور صرف احکامِ خدا آگے پہنچانے پر مامور ہیں۔ ایسے ہی لوگوں کے بارے میں فرمایا گیا تھا کہ در آخر زمان میں ایسے لوگ آئیں گے جن کے چہرے آدمیوں کی طرح ہوں گے اور ان کے دل شیطانوں کے دلوں کی طرح۔ ان کے دلوں پر رحمت کا کچھ ٹھکانہ ہوگا.....
 دیکھ فرمایا کہ ان میں جو اسماء بالمعروف ہوں گے وہ بد عمل ہوں گے۔ مومن ان میں کمزور ہوں گے۔

فاسق کی تعظیم کی جائے گی۔ سنت کو بدعت کہیں گے۔ اس وقت ان لوگوں پر شریر لوگوں کو مسلط کر دیا جائے گا۔ ان میں سے نیک لوگ دعا کریں گے تو دعا قبول نہ ہوگی۔ ابن عباسؓ

آج حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت کو واقعی بدعت کہا جا رہا ہے۔ آپ

کے میلاد منانے کو بھی بدعت کا نام دیا جاتا ہے۔ مقام غور ہے کہ وہ ہستی جس کی

خاطر یہ کائنات پیدا کی گئی اور جس کے کھینچنے پر خالق کائنات مومنین پر احسان فرماتا

ہے: لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا

اس احسانِ عظیم کا شکر ادا کرنا کس قدر ضروری ہے۔ جو لوگ جشن میلاد کو تماشائے بناتے ہیں

ان کی رکوبی کرنی ضروری ہے لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ اس مبارک دن کو

نظر انداز کر دیا جائے بموجب حکم قرآن هَلْ جَزَاءُ الْإِحْسَانِ إِلَّا الْإِحْسَانُ

پروردگار عالم نے قرآن مجید کے اندر صرف ایک ہی احسان کا ذکر کیا ہے اور وہ ہے

حضور کی بعثت۔ کیا آپ پر فرض عائد نہیں ہوتا کہ آپ اللہ تعالیٰ کے اس احسان

عظیم کے لئے مجسم شکرانہ بن جائیں؟

سلف صالحین کا طریقہ

(سنت اور جماعت)

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جو خدائی پیغام لاتے اسے اسلام کہتے ہیں۔ اسلام کیا ہے؟ اسلام کی سادہ اور آسان قابل فہم تعبیر یہ ہے کہ آپ نے جو کچھ عمل کے لئے پیش کیا وہ اسلام ہے۔ وہ کام جن کو ہوتے دیکھ کر آپ نے منع نہ کیا وہ جائز قرار پاتے اور جن کو دیکھ کر کرنے سے روک دیا وہ ناجائز۔

رسول جو کچھ تمہیں دیں وہ لے لو اور

مَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ

جس سے منع کریں رک جاؤ۔

وَمَا نَهَاكُمُ عَنْهُ فَانْتَهُوا

(القرآن)

چنانچہ حضور کے صحابہ نے اس حکم پر پورا پورا عمل کیا اور لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ کے پیش نظر اپنی ساری زندگیوں کو اسوۂ رسول کے سانچے میں ڈھال لیا۔ گروہی اور خانہ دانی تعلقات - والدین اور اولاد کی الفت

مال و دولت نیز وطن سے تعلق کچھ بھی آپ کی اطاعت کے راستہ میں روکاوٹ نہ بن سکا۔ وہ ہر امتحان اور ہر ابتلا میں کامیاب رہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا یہ اتباع اور اطاعت بارگاہِ صمدیت میں اس درجہ قبول ہوتی کہ خدا تعالیٰ نے بعد کی آنے والی نسلوں کو انہی کے معیارِ حق پر چلنے کا حکم دے دیا۔ اور اپنی رضامندی کو ان کے اتباع پر موقوف فرما دیا۔

وَالسَّابِقُونَ السَّابِقُونَ

اس آیت کے پیش نظر اس بات میں کوئی شک باقی نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بعد میں آنے والی اُمت پر اپنی رضامندی و فوز و فلاح کے لئے صحابہ کرام کا اتباع لازم قرار دیا ہے۔

اسلام کا خلاصہ ہی یہ ہے کہ سنتِ رسول اور جماعتِ صحابہ کے طریقہ سے وابستگی۔ پس حاملِ سنت اور جماعتِ صحابہ کے ساتھ مکمل الحاق رکھنے والے اہل سنت و الجماعت کہلاتے ہیں۔ جو کہ صحیح سلفِ صالحین ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف طور پر وضاحت فرمادی کہ ”میرے وصال کے بعد تم لوگ اختلاف کثیر پاؤ گے۔ ایسے موقع پر تم میری سنت اور خلفائے راشدین کی سنت پر عمل کو لازم کر لینا۔ اور اس طریقہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لینا۔“ حضرت

عرباض بن ساریہ،

پھر مزید تشریح فرمادی۔ ”میرے اُمت تہتر فرقوں میں بٹ جائیگی۔ جن میں

سے ایک فرقہ کے سوا باقی سب جہنمی ہوں گے“ صحابہ کرام نے پوچھا ”مختور
وہ کونسا فرقہ ہوگا؟ آپ نے فرمایا ”جو میری سنت کا حامل اور میرے صحابہ
کے طریقے سے وابستہ ہوگا“ (امام ترمذی)

مختور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جماعت کے ساتھ وابستگی لازم رکھو (معاذ بن جبل)
سنت کی تشریح : سنت سے مراد وہ راستہ ہے جو امت
کے لیے دین میں مقرر کر دیا گیا جس کو شریعت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ عام اس
سے کہ وہ فرائض ہوں یا کہ واجبات۔ (شیخ عبدالحق محدث دہلوی۔ مستوفی ۱۰۵۲ھ)
یہاں ایک نقطہ قابل غور ہے۔ ہمارے لئے راستہ کے تعین سے یہ
فائدہ ہوا ہے کہ اس سے وہ اعمال خارج ہو گئے جو بعد میں منسوخ ہو گئے۔
یعنی نماز میں تکبیر تحریمیہ کے بعد رفع یدین۔ آمین بالجہر۔ صبح کی نماز میں قنوت
نازلہ پڑھنا وغیرہ۔ پھر یہ بھی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ اعمال جو
صرف آپ کی خصوصیات میں سے ہیں۔ ہمارے لیے وہ جائز نہیں۔ یعنی
آبجد کی فریفت، صوم وصال، ایک ہی وقت نوازواج مطہرات نکاح میں
رکنا وغیرہ۔

حدیث کی تشریح : حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ حدیث کا اطلاق
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر قول، فعل اور حال پر ہوتا ہے۔ مثال
اس کی یہ ہے کہ آپ نے ماضی اور مستقبل کی جو خبریں دی ہیں وہ بھی حدیث

ہیں اور پھر ابتدائے اسلام میں شراب پینے سے منع نہ کیا گیا۔ یہ بھی حدیث کا حصہ ہے۔ پھر جب اس سے منع فرمایا گیا تو یہ بھی حدیث بنتی ہے۔ بالکل اسی طرح آپ علیہ السلام کی جو ذاتی خصوصیات ہیں وہ سب حدیث ہیں۔

سب سے اہم بات یہ ہے کہ ایک مسلمان عامل سنت ہو سکتا ہے عامل حدیث نہیں ہو سکتا۔ کیوں کہ حدیث میں وہ اعمال بھی بیان ہوتے ہیں جو پھلی امتوں سے تعلق رکھتے ہیں اور ان میں کسی ایسے ہیں جن پر عمل کرنا ناجائز ہے۔

لہذا تمام احادیث پر عمل کرنا ممکن نہیں ہے۔ البتہ تمام سنن پر عمل کرنا عین ممکن ہے۔

پس ایک مسلمان اہل سنت ہو سکتا ہے یہی وجہ ہے کہ حضور علیہ

السلام نے کبھی حدیث پر عمل کرنے کا حکم نہیں دیا۔ بلکہ یہ فرمایا ہے کہ میری احادیث

دوروں تک پہنچاؤ۔ يبلغ الشاهد الغائب بخاری۔ حدیث سننے والا بعد والوں کو

میری احادیث پہنچا دے، اس کے برعکس سنت پر عمل کرنے کی تاکید کی ہے۔ مثلاً

میری سنت پر عمل کو لازم کر لو۔ پھر یہ بھی آپ کا فرمان ہے۔

”جس نے میری سنت سے منہ موڑا وہ میری امت میں سے

نہیں ہے جس شخص نے میری کسی ایسی سنت پر عمل کر کے اسے

زندہ کیا جس کو لوگ ترک کر چکے ہوں تو اس سنت پر عمل کرنے

کو بعد کے تمام لوگوں کی مثل ثواب ملے گا اور ان کے اجر میں

کمی نہ ہوگی۔

خیال رہے کہ اہل حدیث کسی مسلک کا عنوان نہیں ہے۔ بلکہ کسی قدیم تحریر میں جہاں اہل حدیث کا لفظ آیا ہے تو اس سے حضراتِ محدثین مراد ہیں۔ یعنی وہ لوگ جو مشغول بالحدیث ہوتے ہیں نہ کہ عامل بالحدیث۔

اہل سنت والجماعت ہی اصل الامول ہے اور سلف صالحین کے راستہ پر ہے۔
مجدد الف ثانی شیخ احمد ریسندی فرماتے ہیں: "آج کوئی اس حقیقت کو جانے یا نہ کل آخرت میں سب کو معلوم ہو جائے گا کہ دراصل اہل سنت والجماعت ہی حق پرست مسلک پر ہیں۔ (مفہوم)"

حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی اپنی

کتاب حجۃ اللہ البالغہ میں لکھتے

مزارت پر حاضری

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میں نے تم کو قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا لیکن اب میں تمہیں کہتا ہوں کہ زیارتِ قبور کیا کرو۔ کیوں کہ اس سے برت حاصل ہوتی ہے۔ منع اس لئے کیا تھا کہ زیارتِ قبور کی آزادی دینا عام طور پر غیر اللہ کی عبادت تک پہنچا دیتی ہے لیکن جب اسلامی تعلیمات نے دلوں میں جگہ پکڑ لی اور توحیدان کے رگ و پے میں رسوخ کر گئی تو آپ نے اس کی اجازت دے دی یہ"

حقیقت یہ ہے کہ شروع میں جب اسلام کا اعلان ہوا تو زیادہ تر قبور کفار

اور مشرکین کی تھیں۔ اور زیارتِ قبور کا جواز نہ تھا۔ بعد میں جیسا کہ اوپر بیان ہوا ہے

حضور نبی کریم نے اپنی امت میں توحید کے جڑ پکڑنے پر اطمینان کا اظہار کرتے ہوئے

زیارتِ قبور کی اجازت دے دی۔ جب آپ کو افرادِ امت پر یہ اعتماد اور بھروسہ ہے کہ وہ اب شرک نہیں کریں گے تو اور کسی کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ اپنی مرضی سے حضور کی دی ہوئی اجازت کو کالعدم قرار دے۔ اور زیارتِ قبور کے خلاف مہم جوئی شروع کر دی جاتی ہے۔ عام المسلمین پر یہ اتہام ہے کہ وہ اصحابِ مزارات کو مستقل حاجت روا سمجھتے ہیں۔ چند سرچھپے جہلا کے قبیح افعال کو ساری امت کے کھاتے میں ڈال دینا قرین النصف نہیں ہے ان کے برعکس ایسے بھی لوگ ہیں جو رونہ رسول کو منہم اکبر کا نام دیتے ہیں۔ لعوذ باللہ۔

مشایخِ چشتیہ اور دیگر بزرگوں نے زیارتِ قبور کے مختلف اوراد و آداب بیان فرماتے ہیں۔ شاہ عبدالعزیز نے فرمایا ہے یہ بزرگوں سے استمداد کا طریقہ یہ ہے کہ قبر شریف کے ربانے کی جانب کھڑے ہو کر قبر پر انگلی رکھے اور شروع سورۃ بقرہ سے مفلحون تک قرآن پڑھے پھر قبر کی پائنتی کی طرف جاتے اور امن الرسول آخر تک پڑھے اور زبان سے کہے اے میرے حضرت! فلاں کام کے لئے درگاہِ الہی میں التجا و دعا کرتا ہوں۔ آپ بھی دعا کریں۔ (کلماتِ عزیز)

استغاثہ باصحابِ القبور کے متعلق حدیث نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم)

إِذَا تَحَبَّرْتُمْ فِي الْأُمُورِ فَاسْتَعِينُوا بِأَصْحَابِ الْقُبُورِ

[جب تم دنیاوی امور میں غلطیاں و پریشان ہو جاؤ تو اصحابِ قبور سے مدد طلب کیا کرو] کی وضاحت میں شاہ صاحب نے فرمایا کہ اس جگہ استعانت میں احتمال یہ ہے کہ

اس سے مراد مڑوں کے احوال کو یاد کر کے بورت پکڑنا ہے۔ جس سے امور دنیوی سے توجہ کو ہٹا دینا ہے اور پریشانی روزگار میں کمی ہونا ہے۔ خیال رہے کہ اہل سنت و الجماعت کے طبقہ صوفیہ کا نظام صحیح الفکر، خدا ترس اور صالح مسلمان کے لئے اعمال و ادارہ تزکیہ نفس کے اشغال اور عبادات کا وہی سلف صالحین کا نظام ہے جو خیر القرون سے چل کر تسلسل کے ساتھ ہر زمانہ میں باقاعدہ مربوط انداز میں رائج رہا ہے۔ جب تک یہ نظام رائج رہا اور اس پر عمل ہوتا رہا تو حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی اور پھر غزالی رازی، شیخ احمد رمنہدی، شاہ ولی اللہ اور شاہ عبدالعزیز، جیسے بزرگان دین اور عالمان شرع متین منظر عام پر آتے رہے۔ مگر آج جیب کے اس نظام کے عملی پہلو کو نظر انداز کر دیا گیا ہے ملت اسلامیہ میں مشاہیر و مجال کا ظہور بھی ایک دم رک گیا ہے۔ بعض خود پسند محققین توحید کے نام پر امت مسلمہ کی پوری ہزار سالہ تاریخ پر پانی پھیر کر فخریہ طور پر اسے خدمت اسلامی کا نام دیتے ہیں۔ جو عدد درجہ افسوس ناک ہے۔ اس پر طرہ یہ کہ سوچی سمجھی سکیم کے تحت بعض اکابر اہل سنت کی طرف نسبت کر کے ایسی تحریریں پیش کی جاتی ہیں جن کا ان کے ساتھ رُود کا واسطہ بھی نہیں ہوتا وجہ اس کی یہ ہے کہ اس کے بغیر اسخ العقیدہ مسلمانوں میں ان کے خیالات اپنا مقام پیدا نہیں کر سکتے تھے۔ اگر اس کی مثالیں پیش کی جائیں تو ایک دفتر درکار ہے۔ ہم صرف حضرت شاہ ولی اللہ کی طرف نسبت کر کے ان سے منسوب کیے جانے والے نظریات کی طرف اشارہ کریں گے۔

ملک کی ایک بڑی عالم شخصیت شاہ ولی اللہ کے نظریات اور مسلک پر

بحث کرتے ہوئے تحریر کرتی ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی تعلیم کے اثر سے جہاں لوگ
خدا سے واحد قہار کی خدائی کے قائل ہو گئے۔ خداؤں کی دوسری اقسام تو رخصت ہو گئیں
مگر انبیاء۔ اولیاء۔ صالحین۔ مجازیب، اقطاب، ابدال، علماء، مشایخ اور
ظلال الہیوں کی خدائی پھر بھی کسی نہ کسی طرح عقائد میں اپنی جگہ لکھاتی رہی۔ جاہل و ماغول
نے مشرکین کے خداؤں کو چھوڑ کر ان نیک بندوں کو خدا بنا لیا..... ان بزرگوں
کی ولادت و وفات، ظہور و غیاب، کرامات و خوارق، اختیارات و تصرفات اور
اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کے تقرب کے متعلق بت پرست مشرکین کی طرح کی مٹیھا لوجی
تیار کر لی۔ عیسوی جانب توسل اور استمداد روحانی اور اکتساب فیض وغیرہ کے خوش نما
پرروں میں وہ سب معاملات جو اللہ تعالیٰ اور بندے کے درمیان ہوتے ہیں
ان بزرگوں سے متعلق ہو گئے۔ (از منصب تجدید کی حقیقت اور تاریخ تجدید شاہ ولی
اللہ کا مقام) اس تحریر کا ابہام صاف ظاہر ہے۔ نیک بندوں کی ولادت و وفات
تو ان کو مخلوق ظاہر کرنے کے لئے منافی جاتی ہے۔ نہ کہ خدا۔ یہ بجائے خود توحید کی
تائید ہے کہ میلاد اور عرس مناسے جائیں۔ اب ذرا خود شاہ ولی اللہ کے مسلک اور
ان کی تحریروں کی طرف رجوع کریں۔ آپ شاہ ولی اللہ کی تصنیف انفاس العارفين
ہی کو پڑھیں گے تو اسے توسل، استمداد، تصرفات، کشف و اطلاع و خواطر، ریاضات
اور ادوا، شغال و الخرض، مسلک صوفیاء اور صافیہ کے واقعات سے بھری ہوئی پائیں
گے۔ کیا آپ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، شاہ عبدالرشید، شیخ ابوالرضا، سراج الہند

شاہ عبدالعزیز سب بزرگوں کو کفر و شرک میں مبتلا قرار دینا چاہتے ہیں؟
 قاریین کرام دراصل سلف صالحین کے جاری و ساری مسلک پر پہلی کاری ضرب
 جس نے برصغیر کی پڑ سکون فضا کو دہلا کر رکھ دیا، تقویۃ الایمان کی تصنیف تھی۔ جو سوتے
 اتفاق سے اسی خاندان کے ایک فرد شاہ اسماعیل نے لکھی۔ یہ ایک ایسی نئی سمت کی
 طرف نشان دہی کرتی تھی اور اس کا انداز بیان ایسا جارحانہ تھا کہ علمائے امت کے اڑھائی
 سو اہل قلم اور صوفیائے اس کانوٹس لیا اور اس کے رد میں تصانیف کا انبار لگ گیا۔
 حضرت شاہ ولی اللہ اور شاہ عبدالعزیز کے مسلک کے خلاف یہ آواز ان کے اس جہان
 فانی سے کو بیج کرنے کے کچھ ہی عرصہ بعد بلند ہوئی اور یقین نہیں کیا جاسکتا تھا کہ اس
 درمیانی مختصر عرصہ میں سارا برصغیر کفر و شرک کی لپیٹ میں آ گیا تھا۔ حتیٰ پسند لوگ اس
 سے اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اصل کیا ہے۔

دیانت اور حق پرستی کا تقاضا تو یہ ہے کہ اس متشدد تحریک کی اصل شیخ
 محمد بن عبدالوہاب ہی سے منسوب سمجھی جاتے اور اسے حضرت شاہ ولی اللہ کے
 مسلک کا پرتو نہ مانا جاتے اور ”تحفہ الوجدین“ کی طرح کے رسالے بلاوجہ حضرت شاہ
 ولی اللہ کے نام منسوب نہ کیے جائیں اور شاہ صاحب کے مسلک کی غلط تاویلات
 سے گریز کیا جاتے۔ اس موضوع پر بہت کچھ لکھا جاسکتا ہے لیکن یہاں پر یہ ہمارا مقصود و مراد
 نہیں ہے۔ صرف اس قلم خیال کیا جاتا ہے کہ حضرت شاہ ولی کے چند عقائد
 و مسائلک بیان کر دیتے جائیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ عشقِ رسول اور ذاتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے انتہائی قرب کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے۔ اس سلسلے میں آپ کی تصنیف انفاس العارفين سے یہاں کچھ بیان کیا جاتا ہے۔

والدِ گرامی شاہ عبدالرحیم کی بیماری میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری اور اپنے والد کو موتے مقدس عطا فرمانے کا حال بیان کر کے فرماتے ہیں: ”جب والدِ گرامی نیند سے بیدار ہوتے تو وہ دونوں بال مبارک ان کے پاس موجود تھے۔ پھر بعض منکرین کی اصلاح عقیدہ کے لئے جب ان کو باہر نکالا گیا تو ان پر فوراً بادلوں نے سایہ کر لیا۔ تین دفعہ یہ واقعہ ہوا۔ چنانچہ منکرین نے کوبہ کر لی۔ جب ان بالوں پر درود شریف پڑھا جاتا تھا تو وہ علیحدہ علیحدہ کھڑے ہو جاتے تھے حالانکہ عام حالت میں وہ باہم گرگتھے رہتے تھے۔“ آپ نے لکھا ہے کہ ان میں سے ایک بال مبارک بعد میں والدِ گرامی کے مجھے دیا۔ جس پر اللہ کا شکر ہے۔

شاہ عبدالعزیز نے انفاس العارفين کے سلسلہ میں اپنے والد ماجد شاہ ولی اللہ کے بارے میں عینی شہادت دہی ہے کہ ”والد ماجد جو کچھ بھی لکھتے تھے اس کا طریقہ یہ تھا کہ مراقبہ کے بعد جو چیز کشفی طور پر آپ کے سامنے آتی تھی صرف اسے لکھتے۔“ اس تسلی کو سامنے رکھتے ہوئے اگر آپ کے کمالات پر غور کیا جائے تو ہنسک و شبہ کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی۔ انفاس العارفين کے آیتنے میں حضرت شاہ صاحب کی کرامات اور تعریحات سے ہر شخص کو اپنے دل و دماغ کو متور کرنا چاہیے۔

حضرت شاہ ولی اللہ نے اپنی اس تصنیف میں اپنے والد شیخ عبدالرحیم کے متعلق بھرپور ذکر کیا ہے جو کہ طاہری علوم اور باطنی کمالات میں لائق اور بے نظیر تھے۔ لیکن افسوس ان کا ذکر نے سے دانستہ پہلو تہا کی جاتی سے کیوں کہ فی زمانہ جو رجحان پیدا ہو چکا ہے وہ ان کے ساتھ ذہنی موافقت نہیں پاتا۔ لیکن حق حق ہی ہوتا ہے اور زمانے کے ساتھ نہیں بدل جاتا۔ اہل سنت کو اس خاندان کے ملفوظات اور مکتوبات کی زیادہ سے زیادہ اشاعت کرنی چاہیے تاکہ بدعت اور شرک کے پردے میں بزرگان دین سے برگشتہ کرنے کی مہم کا مقابلہ کیا سکے۔

شاہ عبدالرحیم ایک جید عالم دین بھی تھے اور نامور محدث بھی۔ بلکہ مہیات ولیؑ میں لکھا ہے کہ اس معزز بزرگ نے سب سے پہلے حدیث کے درس و تدریس کی بنیاد اس کفرستان ہند میں ڈالی۔ آج کے ہر استاذ الحدیث کو انہی سے خوشہ چینی کرنی چاہیے مولانا عبید اللہ سندھی لکھتے ہیں کہ شاہ ولی اللہ کی فکر میں تربیت ان کے والد شاہ عبدالرحیم ہی تھے کی تھی۔ (جو کہ خود بڑے عالم اور ولی تھے)

لہذا اولیاء اللہ کی روحانی قوتوں کا تذکرہ دیکھنا ہو تو اصحاب بصیرت انفس العارفین کا مطالعہ کریں۔ آج جو سلف صالحین کے امور پر اعتراضات کر کے ان کا رشتہ ماضی سے توڑ کر تو اہم پرستی اور بدعت سے ملایا جاتا ہے۔ اس کا معاملہ بھی واضح ہو جائے گا۔ ایک بات کی وضاحت کر دینی ضروری ہے۔ اہل سنت کی یہ ہرگز وارد نہیں ہے کہ مستحب اور مستحسن امور کو فرائض و واجبات کا درجہ دیا جاتے۔

یا انھیں دین کا ضروری حصہ قرار دیا جاتے تاہم انھیں شرک و بدعت جیسے خطرناک الزام کا مورد قرار دینے سے قبل یہ ضرور سوچنا چاہیے کہ اس سے ہم اپنی دینی تاریخ کے کتنے بڑے اداہم حقے کو جھٹلانے کے ترکیب ہوتے ہیں۔

کشفِ قبور پر واقعاتی استنباد

قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند لکھتے ہیں: حضرت شاہ منظور احمد، حضرت شاہ نانوتوی رحمۃ اللہ کے مزار پر حاضر ہوتے اور ڈیرہ گھنٹہ قرب رہے۔ احقر رقم الحروف بھی ساتھ تھا۔ واپسی پر شاہ صاحب نے فرمایا کہ میں نے حضرت کو اس مقبرہ میں مدفونین کے ساتھ اس طرح دیکھا جیسے مرئی اپنے بچوں کو اپنے پیدوں میں لیتے ہوتے بیٹھی رہتی ہے..... اشارہ ہے کہ کسی ایک مقبول بندے کی تکریم میں اس کے پاس والے بہت سی آفات سے بچا لیتے جاتے ہیں۔

پھر قاری صاحب تحریر کرتے ہیں کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ اپنی وفات سے تقریباً دو سال قبل وراثت درست کرانے کے لیے لاہور تشریف لائے تو واپسی سے ایک دن قبل لاہور کے قبرستانوں کی زیارت کے لئے بھی نکلے۔ سلاطین کی قبروں پر بھی گتے اور مساکین کی قبریں بھی دیکھیں۔ فاتحہ پڑھی، ایصالِ ثواب کیا۔ اس سلسلہ میں وہ حضرت علی ہجویری معروف بہ

داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر پہنچ کر دیر تک مراقب رہے۔ وصل معلوم بلگرامی ساتھ تھے۔ انھوں نے بیان فرمایا کہ داتا گنج بخش کے مزار سے لوٹتے وقت حضرت تھانوی نے فرمایا یہ کوئی بہت بڑے شخص معلوم ہوتے ہیں میں نے مزار کا ملائکہ کو ان کے سامنے صف بستہ دیکھا۔ اور یہ بھی فرمایا کہ سلاطین کے مزاروں پر پہنچا تو انھیں مساکین کی صورت میں دیکھا کہ جیسے کوئی بھی پرسان حال نہ ہو اس کے برعکس مساکین کو سلاطین کی صورت میں پایا۔

قاریین کرام حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مبارک پر خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی پٹا کیا تھا اور آپ کے فیوض و برکات دیکھے تھے۔ علمائے دیوبند میں سے مولانا محمد اشرف علی تھانوی نے اس مزار پر جو کیفیات محسوس کیں ان کا حال آپ نے اوپر پڑھ لیا ہے۔ پوراہل سنت کے اس معمول پر یہ اعتراض بالکل بے جا معلوم ہوتا ہے کہ مزارات اولیاء پر جانا بدعت ہے۔ البتہ طبقہ جہلا کی ان حرکات کا سختی سے لوٹ لینا ضروری ہے جو کہ ان مزارات غیر شرعی حرکات کے مرتکب ہوتے ہیں۔ اہل سنت والجماعت کے ہمیشہ اصحاب ان کے اس عمل سے واقعی تالاں ہیں۔ لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ صلوات کی قبور کی زیارت کو شجر ممنوعہ بنا دیا جائے۔ اور زیارت قبور کے متعلق حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پس پشت ڈال دیا جائے اس بات کو ذہن میں رکھا جائے کہ مزارات پر نازیبا حرکات کرنے والے

لوگ طبقہ چلا سے تعلق رکھتے ہیں۔ وہ نہ ہی اہل سنت والجماعت ہیں نہ غیر مقلد۔ ان کو غیر شرعی کاموں سے روکنا ہر اس مسلمان کا فرض ہے جو بزرگوں کا ادب کرتا ہے اور ان کے مزارات کی زیارت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دہی ہوتی ہدایات کے عین مطابق کرنے پر کار بند ہے۔ ماضی قریب کی بزرگ شخصیتوں کی مثال بھی سامنے رکھنی چاہیے۔ جو آج کے علماء سے بہتر شریعت محمدیہ کو سمجھتے تھے۔ ان لوگوں نے ہمیشہ بزرگوں کے اہم مزارات اور انکار کی زیارت کی اور ان کا احترام کیا۔

علامہ ابن حاج مالکی (متوفی ۲۴۷ھ) فرماتے ہیں: "زارتھائے عبادت اور اپنے گناہوں کی بخشش کے لئے ان قبروں والوں یعنی ان میں سے صالحین سے توسل کرے۔ پھر اپنی ذات کے لئے اور اپنے والدین و مشایخ و اقارب و اہل مقابر کے لئے اور قیامت تک ان کی اولاد کے لئے اور مسلمان مردوں اور زندوں کے لئے اور اپنے غائب بھائیوں کے لئے دعا کرے۔ اور ان اہل قبور کے پاس عاجزی و زاری کرے اور دعا کرے۔ بار بار اللہ تعالیٰ کے تقرب کا ان کو وسیلہ بناتے۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو برگزیدہ بنایا ہے بزرگ اور گرامی بنایا ہے۔ پس جس طرح اس نے دینا میں ان کے ذلیعے دامت، کو فائدہ پہنچایا۔ آخرت میں اس سے زیادہ نفع پہنچائے گا۔ جو شخص کوئی حاجت چاہے اسے چاہیے کہ ان کے پاس جاتے اور ان سے توسل کرے۔ کیوں کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے بندوں کے درمیان واسطہ ہیں۔"

..... مشرق و مغرب میں علماء و اکابرِ کرام سے ان کی قبروں کی زیارت کو مبارک سمجھتے

رہتے ہیں۔

اسی طرح کے خیالات کا اظہار امام ابو عبد اللہ بن نعمان بھی کرتے ہیں۔ قضاۃ عبادت اور گناہوں کی بخشش کے لئے صلحا کی قبروں کو بارگاہِ الہی میں وسیلہ بنانے کی ہدایت دینے کے ساتھ یہ بھی فرماتے ہیں کہ جو شخص ان کی خدمت میں حاضر ہو دینے سے محروم ہو وہ کسی دوسرے کے ہاتھ سلام پہنچاتے۔ پھر اپنی حوائج و مغفرت، ذنوب و تریب کا ذکر کرے۔ یہ کلام عام انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام کی زیارت کے بارے میں ہے۔ البتہ سید الاولین و الآخین صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں بیان کردہ آرزوی کو کئی گنا زیادہ کرے۔ خود شافع مشفق ہیں اور ان کی شفاعت دوسریں کی جاتی۔

لَا تَحْرِمْنَا شَفَاعَتَهُ بِعُزْمَتِهِ عِنْدَكَ - آمین یا رب العالمین -

جو شخص اس کے خلاف اعتقاد رکھتا ہو وہ محروم ہے۔

زندہ نبیؐ کی زندہ تعلیم

فرمانِ خداوندی میں کس قدر صداقت ہے کہ آج بھی ہم اس کو بدرجہ اتم پورا ہوتا دیکھ رہے ہیں۔ قرآنِ حکیم میں فرمایا گیا ہے:

والاخیرۃ خیر لک من الاولیٰ

اے نبی تیرے لئے اُنے والے زمانے گزرے ہوئے زمانوں سے زیادہ بہتر ہیں۔

اور دیکھ لیجئے حضور علیہ السلام کی علوِ شان میں کیسے کیسے کارنامے سرانجام دیتے جا رہے ہیں اور کسی کسی کاوشیں منظرِ عام پر آرہی ہیں بغیر مسلم مستشرقین کی تعریف و توصیف میں اور بانی اسلام کی فضیلت میں بہت سی تصانیف لکھی اور طبعی جا رہی ہیں۔ خود امتِ مسلمہ کے ایک مکتبہ فکر یعنی دیوبندی اصحاب کی طرف سے بھی اب برملا اس حقیقت کا اظہار شروع ہو گیا ہے کہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نہ صرف یہ کہ زندہ ہیں بلکہ آپ کی سیرت کا سلسلہ جاری و ساری ہے اور اس ضمن میں بھی آپ بے مثال ہیں۔ حیاتِ تو آپ کے بے شمار امتیوں کو بھی حاصل ہے البتہ آپ کی حیات انتہا درجہ کی

اعلیٰ و ارفع قسم کی ہے لیکن اس سے کہیں اہم چیز ہے بیسیرت النبی کا جاری ہونا جس کا
 سلسلہ وصال کے بعد بھی قائم ہے اور کیوں نہ ہو یہ اسی حیات النبی کا نتیجہ ہے۔
 (زیوریں لائن انہی کی لگائی ہوتی ہے) میں ریت کی بنیاد پر ہوائی قلعہ تعمیر نہیں کرتا میرے
 موقف میں جان اور صداقت ہے۔“

(اقتباس از سیرت النبی بعد از وصال النبی از محمد عبدالمجید صدیقی)

یہ تصنیف حال ہی میں منظر عام پر آئی ہے اور دینی کتب میں ایک قابل قدر اضافہ
 ہے۔ اس میں روایتے صالحہ یعنی سچے خواب بڑی کاوش و محنت سے جمع کر دئے
 گئے ہیں۔ دراصل مصنف نے ۱۲۰۰ ایسے خواب ۱۲ سال میں اکٹھے کیے ہیں۔ یہ
 کتاب ان کی ایک قسط ہی کہی جاسکتی ہے۔ تاہم اس میں متلاشی اصحاب کے لئے
 اس قدر مفید مواد موجود ہے کہ دل کو سیری اور اطمینان حاصل ہو جاتا ہے۔ اچھے
 خواب نبوت ختم ہونے کے بعد بھی آئندہ ہونے والے واقعات کا پتہ دینے
 کا ایک ذریعہ ہیں۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق برحق ہیں۔
 اور بخاری و مسلم میں درج ہے کہ روایتے صالحہ اجزائے نبوت کا چھیا لیسواں ٹکڑہ ہے
 حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت نبی کریم نے فرمایا ہے جس
 شخص نے مجھ کو خواب میں دیکھا ہے اس نے حقیقت میں مجھی کو دیکھا اس لئے
 شیطان میری صورت اختیار نہیں کر سکتا۔ (بخاری و مسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم نے فرمایا ہے میرے ساتھ

شدت سے مجبوت رکھنے والے وہ لوگ ہیں جو میرے بعد ہوں گے کہ ان میں سے ہر شخص یہ تمنا کرے گا کہ تمام اہل و عیال کے لاض (ایک بار، مجھ کو دیکھ لے یعنی اگر ان سے کہا جائے گا کہ سب اہل و عیال و جان و مال قربان اور فدا کرنے کے لیے تیار ہو جاؤ، حصولِ دولتِ زیارت سے مشرف ہو گے کہ وہ اس پر دل و جان سے راضی ہو جائیں گے۔

حسدے گھر کا گھر بیچتا ہوں!

منزل علیٰ مراد علی مدعا ملا

مل جائیں گے حضور تو سمجھو خدا ملا

رسول اللہ صلی علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس نے مجھ کو دیکھا ہے وہ دوزخ میں نہیں جائے گا اور ابن ماجہ، مترقاہ میں ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ جس نے بھڑکی عقیدت و خلوص ارادت کمال و تمنا آپ کو دیکھا۔ چاہے حالتِ بیداری میں چاہے حالتِ خواب میں جنتی ہو گا۔ نیز فرمایا جس نے مجھ کو خواب میں دیکھا اللہ تعالیٰ میرا دیدار ضرور بیداری میں کرے گا طیبی نے لکھا ہے کہ بیداری سے مراد یہ ہے بحالتِ تقرب بیداری مجھ کو آخرت میں دیکھے گا اس کے علاوہ علماء نے کہا ہے کہ خواب میں دیکھنے والے کے لئے اس میں بشارت ہے حسنِ خاتمہ کی یعنی خاتمہ بالخیر

وہ آتے ہیں سر بالینِ میت

جنازہ آب اٹھایا جا رہا ہے

مومن کو موت کے معا بعد حضور علیہ الصلوٰۃ السلام کی زیارت نصیب ہوگی۔
اور حضور قبر میں بھی تشریف لائیں گے۔ قبر کے تین سوالوں میں ایک سوال یہ ہوگا۔ اس
ہستی کے متعلق تم کیا کہتے ہو؟ اور وہ نورانی شکل سامنے ہوگی۔
ایک مسلمان کے لئے لچو فکریہ ہے اس دن کی تیاری ابھی سے کر لینی
چاہیے۔ کیونکہ یہی سرمایہ ایمان ہے۔

اس تصنیف میں صفحہ ۴۴ پر لکھا ہے: جو لوگ جنت میں جائیں گے انھیں
جنت کی تمام نعمتیں عطا نہیں ہوں گی بلکہ ہر شخص کو مخصوص نعمتیں ملیں گی اس کے برعکس
مشاہدہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے کہ انسان کو یہ حاصل ہو جاتے تو اس کی
ذات کو جنت کی تمام نعمتوں سے سیراب کیا جاتا ہے۔ پس ظاہر ہے جو چیز جنت میں
بھی داخل ہونے سے بہتر ہے اور افضل ہے وہ بیداری میں حضور کا دیدار مبارک
بھائی چنانچہ آج بھی اللہ تعالیٰ کے دل آپ کو اس طرح دیکھتے ہیں جس طرح صحابہ
کرام دیکھتے ہیں آپ کو دیکھا کرتے تھے۔

حضور علیہ السلام کے زندہ ہونے کا مفہوم : دوسرے عام
لوگوں کی طرح آپ قبر منور میں دوسری موت کا مزہ نہ چکیں گے دوسرے لوگوں کو

انبیاء علیہم السلام کے علاوہ قبر میں سوال و جواب کے لئے زندہ کیا جاتا ہے اور پھر دوبارہ موت واقع ہو جاتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ دوسری موت نہیں آتی۔ ایک بار ہی لذتِ وفات یہ قول کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ چکھنے کے بعد اور پھر زندہ ہونے کے بعد آپ حیاتِ دائمہ سے زندہ ہیں۔ حضرت صدیق اکبر کا یہ بات بیان کرنے کا مقصد حیاتِ النبی کی جانب اشارہ سے (عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما) حضور فخرِ موجودات صلی اللہ علیہ وسلم کا احترام بعد وصال وہی ہے جو آپ کی حیاتِ طیبہ میں تھا۔ آپ بعد از وصال بھی اسی طرح رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جس طرح آپ اپنی مقدس زندگی میں تھے مسجد نبوی میں حکم قرآن مجید آسمتہ بات کرتی چاہتے۔ اور دوسرے آداب کا بھی پورا لحاظ رکھنا چاہیے۔

لے سانس بھی آہستہ کہ دربار نبی ہے!

جب یزید پلید نے منطالم کربلا کے بعد اہل بیت پر دھاوا بول دیا اور مدینہ منورہ میں مسجد نبوی کی نماز باجماعت بھی منقطع ہو گئی تو مسجد میں حضرت سعید بن مسیب کے علاوہ کوئی نہ تھا جو کہ ایک کونے میں پڑے رہتے تھے۔ آپ کا یہ فرمان ہے کہ اِن دنوں میں جب نماز کا وقت ہوتا تھا تو حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبرِ طہر سے اذان کی آواز سناتی رہتی تھی اور بعد اقامت بھی ہوتی تھی اور میں اکیلا اس اقامت سے مسجد نبوی میں نماز پڑھتا تھا اور میں نے اسی طرح پندرہ نمازیں روضہ شریف میں سے آنے والی آوازوں کی رہنمائی میں ادا کیں۔

قرآن حکیم نے شہید کو زندہ کہا ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم بدرجہ اولیٰ زندہ ہوں گے۔
 جو ان شہیدوں کے نبی اور آقا ہیں۔ آپ کا مقام سب شہداء سے باعتبار حیات سبب
 سے اعلیٰ اور ارفع ہوگا اس لئے دین کی بنیاد رکھنے والے حضور ہی ہیں۔ حضرت شیخ
 جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بحالت
 شہادت وصال فرمایا اور آپ کا وصال اس زہر سے ہوا جو کہ یہود نے آپ کو خیمہ میں
 دیا تھا۔ (رواۃ البخاری)

اوپر جو کچھ بیان ہوا وہ تصنیف ”سیرت النبی بعد وصال النبی سے ہے“
 اس ضخیم کتاب میں بہت کچھ ہے اس کی چند نمایاں سرخیاں درج ذیل ہیں۔
 (۱) حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں جو چیز کسی کو عطا فرماتی بیداری پر صاحب
 خواب کو واقف عمل گئی۔

(۲) امتی کو گناہ کبیرہ سے بچایا۔ (۳) نماز پڑھانی (۴) غارت درجہ شفقت کا اظہار
 (۵) درود شریف یا وظیفہ عنایت فرمایا (۶) آپ کی برکت سے ایک عورت کی قبر
 پر عذاب موقوف ہو گیا۔ (۷) معجزہ کا ظہور ہوا۔ (۸) رشد و ہدایت پھیلاتی۔
 (۹) بیماروں کو نسخہ مرحمت فرمایا (۱۰) تبرکاً لعابِ دہن عنایت فرمایا۔ (۱۱) موتے
 مبارک عطا کئے۔ (۱۲) حدیث شریف کی تصحیح کی۔ (۱۳) تبراتی پر قہر کا نزول وغیرہ
 یہ سب موضوع ۳۱۳ خوابوں کی تفصیل پر محیط ہیں۔

شُرک و بدعت

اگرچہ یہ درست ہے کہ امتِ مسلمہ کے اتحاد کو پارہ پارہ کرنے میں خفیہ یہودی سکیمیں حاصل کام کر رہی ہیں لیکن ان کے علاوہ اس سلسلے میں مسلمانوں کے اندر غلط فہمیاں پھیلی ہوئی ہیں۔ سب جانتے ہیں کہ امتِ مسلمہ کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات میں کسی اور کو ان کے برابر سمجھنا شرک ہے۔ الحمد للہ! کوئی مسلمان اس کا مرتکب نہیں ہوتا۔ اندر میں حالات کے ساتھ یا رسول اللہ کہنے کو شرک قرار دینا یا عقیدت سے کسی بزرگ کا ہاتھ چوم لینے کو شرک بنا لینا صحیحاً زیادتی ہے۔ تمام مسلمان نماز میں عربی کے الفاظ ادا کرتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مبارک پر تمام مکتبہ ہائے فکر کے لوگ السلام علیہ یا رسول اللہ کہتے ہیں۔ اگر بزرگوں کے پاس روحانیت کے لئے جانا شرک ہے تو پھر علماء کے پاس علمِ شریعت سیکھنے کے لئے جانا بھی شرک ہوگا۔ کالج و سکول میں تعلیم حاصل کرنے کے لئے جانا بھی شرک ہوگا۔ ڈاکٹر و طبیب کے پاس شفا کے لئے جانا شرک ہوگا، تو یاد رکھیے شرکِ عظیم ہے اس کی معافی نہیں۔ اس لیے کسی مسلمان کو بے سوچے سمجھے مشرک بنا دینے سے احتراز کرنا چاہیے۔

بدعت وہ چیز ہے جو دین میں بالکل نئی ہو جس کا پہلے سے کوئی وجود نہ ہو۔

لیکن بدعتِ سنیہ اور بدعتِ حسنہ میں فرق کرنا چاہیے۔ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور مبارک میں تسبیح فاطمہ و دیگر وظائف انگلیوں کی پوروں پر گناہ کرتے تھے۔ اب اگر

کوئی اس مقصد کے لئے تسبیح استعمال کرے گا تو اسے بدعت نہیں کہیں گے۔ اس دور میں قرآن حکیم کا ترجمہ نہیں ہوتا تھا۔ مگر چونکہ قرآن حکیم پر فوروں تدبیر ہوتا تھا۔ اور ترجمہ بھی قرآن حکیم کو سمجھانے کی ایک صورت ہے اس لئے بدعت نہیں۔ آپ کے عہد میں موجودہ درس کی طرح حلقہ بنا کر نہیں بیٹھتے تھے لیکن چونکہ مقصد قرآن پاک کا شاعت اور اس پر فوروں فکر ہے اس لئے یہ طریقہ بدعت نہیں کہلاتے گا۔ بالکل اسی طرح حلقہ بنا کر ذکر کرنے کا طریقہ ہے۔ نیز آلہ جہیرۃ الصوت پر درس دینا وغیرہ۔ کیوں کہ قرآن پاک میں ذکر کرنے کا حکم بار بار آیا ہے۔ اس کے لئے تھے طریقے وضع کرنے جا تے ہیں۔ چنانچہ کلیہ کے طور پر یہ بات ثابت ہوتی کہ جن نئی باتوں سے دین کے احکام کو ترقی پائیں اور جو کام اس میں مدد و معاون ہوں ان کو بدعت نہیں کہا جاتا تھا۔

ایک اور غلط فہمی جس نے اتحاد ملت کو از حد نقصان پہنچایا ہے۔ یہ ہے کہ جو چیز سنت نہیں وہ ممنوع ہے۔ یقیناً فرائض کے بعد سنت کا درجہ ہے۔ لیکن سنت اور ممنوعہ چیزوں کے درمیان کھلا میدان ہے جس میں مستحب، مباح اور مکروہ آجاتے ہیں۔ مثال کے طور پر نماز میں فرائض ہیں پھر سنتیں ہیں لیکن سنتوں کے علاوہ جتنے نوافل کوئی چاہے پڑھے کوئی ممانعت نہیں بلکہ ان کا پڑھنا مستحب ہے اسی طرح کچھ دعائیں قرآن مجید کی ہیں، کچھ مسنون ہیں۔ ایسا تو نہیں کہ مسنون دعاؤں کے علاوہ اور کوئی دعا مانگنا ممنوع ہے۔ ان چند باتوں کو چھوڑ کر جنہیں مانگنے سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے منع فرمایا ہے باقی جو دعا مانگو، کوئی ممانعت نہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ شرک و بدعت کی خود ساختہ دو دھاری تلوار کے بے دریغ استعمال سے وحدتِ ملت پارہ پارہ ہو گئی ہے۔ اسی سے اس غلط فہمی نے جنم لیا ہے کہ پہلے مسلمانوں کو مسلمان کرنے کی ضرورت ہے اور پڑے روزه و شور سے تبلیغی جماعتوں کا وجود منظر عام پر آیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تبلیغ و جہاد کا رخ غیر مسلموں سے ہٹ کر مسلمانوں کی طرف ہو گیا ہے اس سے قدرتی طور پر ایک تو دین پھیننے سے رک گیا اور دوسری طرف خود مسلمانوں کے اندر افتراق و عداوت پیدا ہوتی ہے۔

تبلیغ اور جہاد پر رو سینہ یلداں نہ نشینت

ایک اور چیز جس نے اختلافِ ملت کی خلیج کو زیادہ وسیع کیا ہے۔ وہ ایک دوسرے کے بارے میں سوتے ٹن ہے۔ قرآن پاک میں اس سے بچنے کی تلقین کی گئی ہے۔ نیر ارشاد ہے کہ بسا اوقات سوتے ٹن گناہ کے درجے کو پہنچ جاتا ہے۔ (مفہوم آیت، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مومن حسنِ ظن سے کام لیتا ہے اس لئے جس کسی کی زبان سے آپ نے خود حضور کی نشان میں گستاخی نہ سنی ہو اسلامی اخلاق کا تقاضا یہ ہے کہ اس کے پیچھے نماز پڑھ لی جاتے۔ بشرطیکہ اس مکتبہ فکر نے نماز کی ہیئت نہ بدل ڈالی ہو (موقف، سورۃ الحجرات میں ایک دوسرے کو بڑے القاب دینے سے منع کیا گیا ہے۔ اس لئے قارئین اکرام! آپ کسی کو مشرک، بدعتی، منافق اور گستاخِ رسول کہنے سے اجتناب کریں۔ یاد رکھیں ہر حال میں جلوت و غلوت میں وحدتِ ملت تکریمِ مومن سے ہی ہے۔ ابانت مومن سے نہیں۔ (تذکرہ بعیرت نوائے وقت ۱/۲۱۸)

ہوسنے کر دیا ہے ٹکڑے ٹکڑے نوسع اتساں کو

انہوت کا بیان ہو جا مجنت کی زباں ہو جا

بتان رنگ دیو کو تو رکرت میں گرم ہو جا

نہ ایمانی رہے باقی، نہ توراتی نہ افغنی

تباہ

فرقہ بندی

قوم مسلم کے لئے ہے سرِ بلندی لازمی
ہو شمشدی احترام از فرقہ بندی لازمی

سرور کائنات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت تمام بنی نوع انسان کی نجات کی ضامن ہے اور آپ کی تعلیمات پر عمل کرنے سے تمام طبقوں کے اختلافات مٹ سکتے ہیں۔ ان تعلیمات میں جو مختلف تاویلات کر لی گئی ہیں ان کا حل علمائے امت کی تشریحات اور اولیائے امت کے اعمال کی متابعت میں پوشیدہ ہے۔ قرآن حکیم اور احادیث نبوی میں بار بار تاکید ہے کہ اسوۂ رسول کی پیروی کرو نجات پاؤ گے۔ کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مجسم قرآن ہیں۔ وہ اپنی خواہش سے نہیں بولتے وَ مَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ چنانچہ ہمیں اپنے ہر قول اور ہر فعل کو حضور کے احکام اور منشاء کے مطابق ڈھال لینا چاہیے۔

نیک نیت اور دردمندوں رکھنے والے مسلمانوں کے عمل کرنے کے لئے
ایک لائحہ عمل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خطبہ حجۃ الوداع ہے۔ اس کی خاص خاص
باتیں درج ذیل ہیں۔

مسلمانو! تمہارے خون تمہارے مال اور تمہاری عزتیں ایک دوسرے پر ایسے
ہی حرام ہیں جیسے کہ تم آج کے دن اس شہر اور اس مہینہ کی حرمت اکرام کرتے ہو اور سب
مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔“

”مسلمانو! میں تمہیں تمہارے غلاموں کے متعلق توجہ دلاتا ہوں۔ جو کچھ خود کھاؤ وہی
ان کو کھاؤ۔ جو خود پہنو وہی ان کو پہناؤ۔“

”مسلمانو! تمہیں عنقریب خدا کے سامنے حاضر ہونا ہے۔ اور وہ تم سے تمہارے
اعمال کے بابت سوال کرے گا۔ خبردار! میرے بعد گمراہ نہ ہو جانا کہ ایک دوسرے
کی گردنیں ساٹنے لگو۔“

”مسلمانو! جاہلیت کی ہر ایک بات کو میں اپنے قدموں کے نیچے پا مال کرتا ہوں
اور اس دور کے خونیں جھگڑوں کو ملیا بیٹھ کرتا ہوں۔ میں اپنے خاندان کا خون اور
سود سب چھوڑتا ہوں۔“

”مسلمانو! مذہب میں مبالغہ اور غلو سے بچو کیوں کہ تم سے پہلی قومیں
اسی سے برباد ہوئیں۔“

مسلمانو! اپنی سییوں کے متعلق اللہ سے ڈرتے رہو کیوں کہ خدا کے نام کی

ذمہ داری پر (کلمہ پڑھ کر) تم نے انھیں بیویاں بنایا ہے۔ اسی کے کلام نے ان کے جسم کو تم پر حلال کیا ہے۔

”مسلمانوں! نہ تو میرے بعد کوئی پیغمبر ہے نہ کوئی جدید امت پیدا ہوگی۔ اب سنو اپنے پروردگار کی عبادت کرو۔ پنجگانہ نماز ادا کرو۔ سال بھر میں ایک مہینہ رمضان کے روزے رکھو۔ اپنے مالوں کی زکوٰۃ دلی خوشی کے ساتھ ادا کرو۔ خانہ خدا کا حج بجا لاؤ اور اپنے اولیاء کے امور و احکام کی اطاعت کرو اور اس کے بدلہ میں تم پروردگار کے فردوس میں داخل ہو گے۔“

پھر حضور علیہ السلام نے حاضرین سے اس بات کی گواہی طلب کی میں نے اللہ کے سب احکام تم کو پہنچا دیتے ہیں۔ خدا کے حضور اس کے گواہ رہنا اور فرمایا جو لوگ یہاں موجود نہیں ہیں ان تک میری یہ تعلیمات پہنچا دیں۔ ممکن ہے سامعین سے وہ لوگ زیادہ تر اس کلام کو یاد رکھنے اور اس کی حفاظت کرنے والے ہوں۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آخری خطبہ سے فارغ ہوتے تو تکمیل دین کی خوشخبری میں یہ آیت نازل ہوئی، اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ۔۔۔

فرقہ بندی کے ختم کرنے کا بہترین وسیلہ یہ آیت ہے۔ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد دین میں کوئی اضافہ قابل قبول نہیں۔ یہ ایک بہترین معیار ہے اس سے امت کے تمام اختلاف مٹ سکتے ہیں۔ مگر افسوس ہم آپ کی لائق ہوتی تعلیمات کو فراموش کر بیٹھے اور امتِ محمدیہ میں تفرقہ کا بیج بو دیا گیا۔

فرقہ بندی کی ہر ایڑے گلستاں میں چلی
آہ ان مایوں نے باغِ اُجسار اُتیل

جس کسی کو بھی دینِ محمدؐ کا پاس ہے اور وہ صحیح راستہ پر گامزن ہونا چاہتا ہے۔ فرقہ
بندی سے احتراز کرنا چاہتا ہے وہ قرآنِ دسنت کی روشنی میں اپنے اعمال کو نئے
سرے سے مرتب کرے اور بجائے دوسروں پر اعتراض کرنے اور اُن پر کھوپڑا اچھالتے
کے اپنے طرزِ عمل کو درست کرے اسی میں بہتری ہے جیسا کہ حجۃ الوداع میں حضور
صلی اللہ علیہ وسلم نے تاکید کی ہے مسلمان مسلمان کی عورت دُاُبرو اور اس کے خونِ ناحق
سے کھیلنے کا خیال بھی اپنے دل میں نہ لاتے اگر سختی سے اس ہدایت پر عمل کیا جاتے
گا تو امید ہے۔ ع

شکلیں امتِ مرحوم کی آساں ہو جائیں!

اختلاف کے باوجود ایک منزل

ڈاکٹر سمیع اللہ مجاہد قریشی جو مصر میں پاکستان کے سفیر تھے۔ ان سے ایک مصری
صحافی نے انٹرویو لیا۔ اس کا کچھ حصہ قابلِ توجہ ہے۔ ملاحظہ فرمادیں۔
اسلام کے ابتدائی دور میں متعدد پارٹیاں معرضِ وجود میں آگئی تھیں اور اسلام
تو مختلف آزادانہ آراء کے اظہار کی دعوت دیتا ہے اور اجتہادِ اسلامی سوسائٹی کا ایک
بنیادی عنصر ہے لیکن سب کے پیشِ نظر اسلام کے بنیادی اصولوں کی حدود کے اندر

معاشرے اور سوسائٹی کی فلاح و ترقی کی منزل ہونی چاہیے یعنی اصل منزل فلاح میں سب متفق ہوں۔ اختلاف راستے میں اصل مذہب کے علاوہ نئے نئے مذہب نہ ایجاد کئے جائیں۔ اجتہاد میں اختلافات کو رحمت کی حدود کے اندر رکھنا ضروری ہے۔ بموجب حدیث اِخْتِلَافٌ فِيْ اُمَّتِيْ رَحْمَةٌ۔

ڈاکٹر قریشی نے مزید فرمایا: بہر حال مسلمانوں کے لئے لازم ہے کہ وہ ملک میں بد نظمی، بددیانتی اور بغاوت کی تبلیغ کرنے والی پارٹیوں کو یکسر رد کر دیں۔ کیونکہ قرآن پاک کی واضح ہدایت موجود ہے کہ فتنہ و فساد قتل سے بھی زیادہ مہلک ہے۔

اسوۂ حضرت علی کرم اللہ وجہہ
مسلمانوں کے تمام مختلف مکاتب فکر
حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو خلیفہ راشد

ماتے ہیں آپ فرقہ بندی کے سخت خلاف تھے آپ کا قول ہے کہ

”خبردار فرقہ بندی سے بچے رہنا۔ سواد اعظم کو لازم پکڑو۔ کیوں کہ جماعت پر اللہ کا ہاتھ ہوتا ہے۔ جو شخص جماعت سے الگ ہوا شیطان کے قابو

میں آجاتا ہے۔ جیسے ریوڑ سے الگ ہو کر بیٹیے کی غذا بن جاتی ہے

خبردار! جو شخص فرقہ بندی کا داعی ہو اسے قتل کر دو۔ اگرچہ وہ میری

ہی دستار کے نیچے ہو“ (فیض الاسلام راولپنڈی ۷۸-۱۲) استفادہ نہج البلاغہ

ڈاکٹر سید عبداللہ لکھتے ہیں: ”اسلام میں (بطور دین) فرقہ کوئی نہیں لیکن کثرت

استعمال کے باعث عموماً اہل سنت اور اہل تشیع کو فرقے کہا جاتا ہے۔ یہ دراصل

ردنا نہیں یا دو موقف ہیں۔ یعنی اسلام کی اصولی حقیقتوں کو تسلیم کرنے کے معاملے میں ایک ہی ہیں۔ ان میں فقہی اختلاف بھی ہیں۔ لیکن بڑی نزع معاملہ خلافت میں ہے یہ مسلمہ طرز حکومت کی دو تعبیروں کا ہے جن کا تعلق دین اور سیاست دونوں سے ہے یہ بہر حال حضور علیہ الصلوٰۃ السلام کے فرمان کہ ایسا نہ ہو ایک دوسرے کے گلے کاٹنے لگو، کو مدنظر رکھ کر بجائے اختلافات کو ہوا دینے کے وحدت کی طرف مائل ہونا چاہیے۔ نیز اسوۂ علی پر بھی عمل پیرا ہونے کی ضرورت جیسا کہ اوپر آپ کا قول درج ہوا ہے۔ اس سلسلے میں اصولی طور پر یہ امر نظر میں رہے کہ کبھی اکابر امت کو سب و شتم نہ کیا جائے اسلام میں تو بتوں کو بھی بڑا کہنے سے منع کیا گیا ہے مبادا کفار تمھارے بزرگوں کو بدلہ میں بڑا کہنے لگیں۔ اور وہ لوگ جنھوں نے نہایت نامساعد حالات میں اسلام کی خدمت کی اور اسلام پھیلایا ان کے احسان کا بدلہ تو امت مسلمہ قیامت تک نہیں چکا سکتی۔ ایک موٹی سی بات ہے جس ہستی کے ساتھیوں اور جاں نثاروں یا ان کے اہل خانہ اور ازواج مطہرات پر حرف کھینچا جائے گا۔ خود اس ہستی کا کردار بے داغ نہیں نکلا سکتا۔ لہذا یارانِ نبی کے بارے میں حزم و احتیاط اور ادب و توقیر کا دامن کبھی ہاتھ سے نہیں چھوڑنا چاہیے۔ خلیفہ سپہارم نے خود اس بات کی سخت تاکید کی ہے۔ کیوں کہ سب یارانِ نبی آپس میں شیر و نمکر ہو کر اسلام کی خدمت کرتے تھے۔ اور اس کا سب سے بڑا تاریخی ثبوت یہ ہے

کہ وہ اپنی محبت سے اولادوں کے نام ایک دوسرے کے ناموں پر رکھتے
 میں خوشی محسوس کرتے تھے۔ آپ میدانِ کربلا کے شترکام کے ناموں پر ذرا
 غور کریں تو اس بات کی صداقت روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جائے گی۔ اولاد
 علی میں کئی ابوبکر، کئی عثمان اور کئی عمر ہو گزرے ہیں۔ جو کہ محبت کی نشانی
 ہے نفرت کی نہیں۔

اتحادِ امت

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں اتنے محبوب کہ جو شخص آپ کی متابعت کرتا ہے وہ بھی اللہ تعالیٰ کا محبوب بن جاتا ہے۔ اس لئے جس نے اللہ تعالیٰ کو خوش کرنا ہو وہ حضور کی متابعت کرے حضور کا ادب کرے حضور کا احترام کرے۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنی امت سب سے زیادہ محبوب ہے۔ اس لئے جس نے حضور کو خوش کرنا ہو وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نیر خواہ ہو کرے حق کی امت کی خدمت کرے۔ اور سب جانتے ہیں کہ امت میں افتراق و عداوت ڈالنے امت کی خدمت نہیں بلکہ امت سے دشمنی ہے۔

دیکھا جاتے تو اتحاد کی جتنی باتیں امت مسلمہ میں ہیں وہ کہیں اور بہت کم نظر آئیں گی۔ سب ایک اللہ پر ایمان رکھتے ہیں۔ سب حضور کی رسالت اور

ختم نبوت پر ایمان رکھتے ہیں۔ سب قرآن پر ایمان رکھتے ہیں۔ نیز اس بات پر کہ قرآن ہر جگہ کا ایک ایک حرف اور لفظ محفوظ ہے۔ اور تا قیامت محفوظ رہے گا۔ سب کا قبلہ ایک ہے۔ سب ایک ہی سمت میں رخ کر کے نماز پڑھتے ہیں اور حیرت کی بات تو یہ ہے کہ چودہ سو برس گزر جانے کے بعد سب ایک طرح نماز ادا کرتے ہیں۔ ایک ہی طرح سے قیام، ایک ہی طرح رکوع و سجود، سب قیام میں سورہ الفاتحہ رکوع میں سبحان ربی العظیم، سجود میں سبحان ربی الاعلیٰ اور دو زانو بیٹھ کر التیحات اور دو شریف پڑھتے ہیں۔ سب پانچ نمازیں پڑھتے ہیں جو تین پڑھتے ہیں وہ بھی دو دو جمع کر لیتے ہیں اگر اختلاف ہے تو بالکل معمولی سا۔ کسی نے ہاتھ باندھ لئے کسی نے کھلے چھوڑ دیتے۔ کسی نے آمین دل میں کہی، کسی نے ذرا اونچی آواز سے کہہ لی لیکن اتنی ساری باتیں جو مشترک ہیں انھیں تو نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ مگر جو حقوڑی بہت فروغی نوعیت کی اختلاف کی باتیں ہیں انھیں ہوا دی جاتی ہے۔ اور اختلاف پھیلانے میں علما پیش پیش ہیں۔

امت مسلمہ میں اتحاد کی باتیں بہت زیادہ ہیں اور اختلاف بہت کم ہے اور معمولی ہیں۔ جیسے کہ اوپر بیان ہوا ہے۔ نور کی بات ہے کہ چودہ سو برس کے بعد مسلمانوں میں اس قدر اتحاد باقی رہنا معجزہ سے کم نہیں اگر تین باتوں کو پیش نظر رکھا جائے تو اختلاف اور بھی کم ہو سکتے ہیں پہلی بات شرک سے بچنا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے شرک کو ظلم عظیم قرار دیا ہے۔ اور فرمایا ہے کہ وہ جس کا ہو گناہ چاہے معاف

فرمادے گا۔ مگر شرک معاف نہیں ہوگا۔ شرک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات میں کسی کو اس کے برابر سمجھا جائے۔

دوسری بات جناب رسول پاک کا ادب و احترام ہے۔ سورۃ الحجرات میں فرمایا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے اونچی آواز سے نہ بولو مبادا تمہارے سارے اعمال ضائع ہو جائیں اور تمہیں پتہ بھی نہ چلے اگر شرک ناقابل معافی گناہ ہے۔ تو حضور علیہ السلام کی شان میں بے ادبی اور گستاخی سے بھی سارے اعمال ضائع ہو جانے کا خطرہ ہے۔

تیسری بات ختم نبوت پر ایمان ہے۔ زبان سے تو سب اس کا اقرار کرتے ہیں مگر عملاً ہر فرقہ کے لوگ اپنے اپنے اکابر کو معصوم عن الخطا سمجھتے ہیں۔ اور ان کی غلط باتوں کو نہ صرف صحیح قرار دیتے ہیں بلکہ ڈٹ بھی جاتے ہیں۔ جھگڑوں کی بڑھی اور بنیادی وجہ یہی ہے اگر بہ شخص کی، خواہ وہ کتنا ہی بڑا ہو، غلط بات کو غلط سمجھے اور اس کی بے جا حمایت ترک کر دے تو وہ جھگڑے پیدا ہی نہ ہوں گے جو اتحادِ ملت میں رخنے ڈالتے ہیں۔ مثلاً بہ مکتبِ فکر کے لوگ ایک ساتھ نماز پڑھنا شروع کر دیں تو اختلافات خود بخود کم ہو جائیں گے اگر کوئی شخص بر ملا حضور کی گستاخی نہیں کرتا اور ایسے فعل کو گناہِ عظیم سمجھتا ہے تو اس کے ساتھ نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے [لور بصیرت میاں عبدالرشید]

خاتمہ کلام

تعلیم و تعلم اور تبلیغ کے لئے حُسنِ خلق اور گفتگو میں نرمی بہت ضروری ہے۔
 تبلیغ کے لئے ہدایت ہے کہ دعوت دیتے وقت شریعت کے تمام احکام کا بوجھ
 ایک ہی وقت میں سامع کی گردن پر نہ ڈالا جائے بلکہ رفتہ رفتہ احکام پیش کیے
 جائیں۔ پہلے توحید پھر رسالت اور پھر عبادت و معاملات مقصود و مراد یہ ہے کہ جس
 کو تبلیغ کی جاتی ہے اس کو ہراساں اور پریشان نہ کیا جاتے بلکہ ایسی ترکیب استعمال
 کی جائیں کہ میلان اور مانوسیت پیدا ہو اور وہ دل سے دعوت حق پر غور کرے۔
 اور اس کو قبول کرے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں جیسے دشمنوں کے ساتھ
 لین دین جاری رکھا ان کی مہماندار رہا۔ اور ان کی بیماری میں عبادت فرماتی ہے
 تاکہ مسلمان غیر مسلمانوں سے بالکل کٹ کر نہ رہیں بلکہ قریب ہو کر تلقین و ہدایت
 کا سامان فراہم کر سکیں۔ تاہم تبلیغ کو خود اپنی راہ ہدایت پر سختی سے سار بند ہو چاہیے
 اور مشکروں کی معاشرت، رسوم اور تہذیب کو اختیار کرنے سے بچنا چاہیے۔

اسی طرح عقیدے کے اختلاف رکھنے والے مسلمانوں کو بھی اخلاقِ محمدی پر عمل پیرا ہوتے ہوئے عقیدہ درست کرنے کی دعوت دینی چاہیے تاکہ یہ تبلیغ دوسرے کے دل میں گھر کر جاتے اصول یہ ہے کہ بُرے لوگوں کی بُرائی سے نفرت کی جاتے لیکن ان کی ذات سے نفرت کو اس حد تک نہ بڑھایا جاتے کہ وہ حق بات کو سننے سے انکار کر دیں۔ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ایک شرابی نشہ کی ترنگ میں ایک شو پڑھتا تھا جس کا مطلب یہ تھا کہ میں ایک لائق آدمی تھا اور زمانے نے میری قدر نہ کی اور مجھے ضائع کر دیا۔ ایک بار وہ آدمی کسی وجہ سے گرفتار کر لیا گیا۔ حضرت امام کو اس کی آواز نہ آئی۔ پوچھنے پر معلوم ہوا کہ وہ جیل میں ہے۔ آپ فوراً گئے اور اسے جیل سے رہائی دلائی۔ اور کہا

”لو بھتی تم کہتے تھے کہ لوگوں نے تمہیں ضائع کر دیا ہے اور تمہاری ناقدری کی، مگر ہم نے تمہاری قدر کی ہے۔ اور تمہیں ضائع نہیں ہونے دیا۔“

اسی سے وہ شخص شراب سے تائب ہو گیا اور حضرت امام اعظم کے حلقہ ارادت میں شامل ہو گیا۔ ہم نے بھی اس تصنیف میں آپ کی اس بارے میں پیروی کا خیال رکھا ہے۔ اور نہایت ملامت اور اخلاص کے ساتھ اپنے نکتہ نظر کی وضاحت کی ہے۔ اور اس عنوان کے تحت چند آخری باتیں عرض کرنا چاہتے ہیں۔

حضور کا علم غیب : آپ تکی رکھیں مسلمانوں میں کوئی فرقہ

یا مکتبہ فکر حضور کے بارے میں اس طرح کے علم غیب رکھنے پر یقین نہیں رکھتا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات سے متعلق ہے اور خدا تعالیٰ کو سب علام الغیوب اور غیب الغیب مانتے ہیں اور اس کا علم ذاتی، دائمی اور ہر شے پر حاوی ہے۔ اس نے نبی اور مرسل بھیجے تو ان کو حسب ضرورت ان کو علم عطا کرنا ضروری سمجھا۔ لہذا یہ علم محدود، عطائی اور جزوی ہے۔ اگر ہم کہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مکان و مایکونی کا علم ہے تو اس کی بھی حدیں ہیں اور کہیں کہ لوح و قلم کا علم ہے۔ یہ بھی محدود ہوا۔ معترض کو اعتراض صرف اس بات پر ہے کہ اسے علم غیب کیوں کہا جاتا ہے؟ حالانکہ علم غیب ایک نسبتی ترکیب ہے۔ ایک چیز کسی کے لئے غیب ہے تو کسی اور کے لئے مشاہدہ، مطلب یہ ہوا کہ جو علوم خالق کائنات نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو مرحمت فرماتے ہیں وہ عوام کے لئے غیب ہیں ان معنوں میں کہا جاتا ہے کہ آپ علم غیب سے مطلع ہیں۔

قرآن حکیم بے شک موجود ہے کہ کوئی نہیں جانتا (سوائے خدا کے) کہ کوئی کس خطہ ارض پر مرے گا۔ ساتھ یہ بھی واقعہ ہے کہ جنگ بدر میں حضور علیہ السلام نے ایک دن پہلے اپنی چھٹری سے زمین پر ان کفار کے لئے نشانات لگا دیتے تھے جو کہ دوسرے دن غزوہ بدر میں قتل ہوتے اور بعد میں ان نشان زدہ مقامات پر ان کی لاشیں باقی گئیں اور یہ متفق علیہ واقعہ ہے۔ آپ اس کی توجہ یہ کیا کریں گے؟ قرآن حکیم بے شک سچ بیان فرماتا ہے۔ لیکن اس میں یہ بھی درج ہے کہ

وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِنْ عِنْدِهِ إِلَّا بِمَا نَشَاءُ - علام الغیوب
بعض غیب سے جسے چاہتا ہے مطلع کر دیتا ہے۔

سو عزیزو! اس بحث کی تکرار لاجا حاصل ہے۔ جب محب جل جلالہ اپنے
محبوب صلی اللہ علیہ وسلم پر انعامات و اکرامات کی بارش کرتا ہے۔ تو ہم اور آپ
اعتراض کرنے والے کون ہوتے ہیں۔

ندائے پارسول اللہ

ندائے کلمہ سے آنحضرت کو پکارنے پر بعض اصحاب بہت اعتراض کرتے
ہیں۔ یہ بھی لاعلمی کا نتیجہ ہے کہ اس کلمہ پر شدید رد عمل کا اظہار کیا جاتے۔ بلکہ مساجد
یا مقابر پر جہاں یا محمد اور پارسول اللہ تحریر ہوتا اسے بہ جبر کھریج ڈالا جاتا ہے۔
ہم نے دیکھا ہے روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی جالیوں پر ایک طرف یا اللہ
اور دوسری طرف یا محمد لکھا ہوا ہے اس میں سے یا محمد کے دونوں نقطے کسی دعائی
اوزار کی مدد سے کاٹ ڈالے گئے ہیں مسجد نبوی میں حضرت عائشہ صدیقہ کبیل ٹھونکنے سے
منع کرتی تھیں۔ کیا یہ نقطے کاٹتے وقت حضور علیہ السلام کی بے ادبی نہیں ہوتی ہو
گی۔ اصل یہ ہے کہ حضور کی موت و حیات اپنی امت کے مشاہدے اور ان کے احوال
نیات و عزائم و خواطر کے معلوم کرنے میں یکساں ہے یہ سب کچھ آپ کے نزدیک
ظاہر ہے اور کوئی پوشیدگی نہیں (علامہ ابن حاج مالکی)

ارشاد باری تعالیٰ ہے :

كَيْفًا اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَاكَ عَلَىٰ هَؤُلَاءِ شَهِيدًا ۗ اٰیٰتِ
کیونکر ہوگا جس وقت ہم لائیں گے ہر امت سے گواہی دینے والا اور لائیں گے ہم
تجھ کو ان پر گواہ۔

آپ پر امت کے اعمال صبح و شام پیش کئے جاتے ہیں اور آپ امت کے
افراد کو ان کے چہروں سے پہنچاتے ہیں یہی وجہ ہے کہ بعض قرآن آپ
اپنی امت پر شہادت دیں گے۔ خدا نے اپنے نبی کو امت کے احوال دیکھنے
کی طاقت مرحمت فرمائی ہے تو ان پر صلوٰۃ و سلام بہ صیغہ۔ مخاطب پیش کرنے میں
کوئی چیز مانع ہے؟ یا رسول اللہ کہنے کے خلاف کوئی قرآنی حکم یا حدیث نبوی کا
اشارہ تک موجود نہیں ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پردہ فرمانے کے بعد ہی
سے یا رسول اللہ کے علائکہ سے آپ کو مخاطب کرنا امتِ محمدیہ کا معمول
رہا ہے۔ جب یہ طے شدہ بات ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم زندہ، آپ
کے امتی شہید بھی زندہ۔ تو زندہ کو یا سے نہیں بلایا جاتے سکا تو کس طرح بلایا جاتے
سکا؟ دل تنگ کرنے کی ضرورت نہیں۔ تمام اکابر صحابہ اور ائمہ دین بھی آپ کو یا رسول اللہ
کہہ کر پکارا کرتے تھے۔ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور علیہ السلام
کے حکم پر محض نعت منعقد کیا کرتے تھے۔ اور آپ کے وصال کے بعد بھی
آپ نے یا رسول اللہ کی ندا سے نعتیں کہی ہیں۔ حضرت امام الامامہ سیدنا

امام ابو حنیفہ، نعمان بن ثابت تابعی کوئی حضور کو حرف یا سے مخاطب کرتے ہیں
 امام شرف الدین ابو سعید رحمۃ اللہ علیہ بھی، علاوہ کمال الدین بن زملکانی بھی اور زین
 ماضی قریب میں شاہ ولی اللہ بھی، مولانا شاہ عبدالعزیز بھی، حاجی امداد اللہ
 مہاجر مکی بھی اور مولانا مولوی محمد قاسم نانوتوی بھی اپنے کلام میں حرفِ ندا سے
 حضور علیہ السلام کو مخاطب کرتے ہیں اور رحمت و کرم کے طالب ہوتے ہیں
 حضرات بریلوی ان سے علاوہ ہیں۔ جن کا کوئی حد و شمار نہیں۔

اب ہم ایک مسلمان کی غیرت ملی کے حوالے سے بات کرتے ہیں۔ آپ جس
 نبی کی امت ہیں اس سے دلی محبت کے دلویدار بھی ہیں۔ یہ عالی و عظمیٰ نہیں خداوند
 تعالیٰ کا حکم بھی ہے۔ کہ میرے محبوب سے تم بھی حد سے سوا محبت کرو یعنی اپنی
 مال منال اور دنیا کی ہر شے سے زیادہ محبت۔ تو کیا نبی کو مخاطب کرنے کا حکم نہیں
 ہے؟ تکلیف آتی ہے تو فوراً منہ سے اسے میری ماں نکلتا ہے۔ کام میں روکاوٹ
 ہوتی ہے تو پیراستا کو بلاتے ہو۔ تو وہ صاحبِ لولاک ہستی جس کی خاطر دنیا بنائی گئی
 اسے پکارنے سے کس نے منع کیا ہے؟ وہی ہمارے اعمال پر گواہ ہے۔
 وہی اپنی امت کا رکھوالا ہے۔ اس کو اپنی امت کی فکر ہے اور ہر لمحہ اور ہر
 آن امت کے بخشوانے کا خیال ہے۔ پیدا ہوا تو ربِ صعب لی امتی، معراج
 کو گیا تو وہاں امت کی فکر۔ دنیا سے پردہ کرتے وقت عزرائیل علیہ السلام کو امت
 سے نرمی کرنے کی تاکید کی۔ کس کس موقع پر حضور نے امت کو یاد نہیں رکھا؟

اور امتی کے لئے قید کہ وہ اپنے آقا و مولا کو محبت سے یا مصیبت میں پکار بھی نہیں
 سکتے؟ نہیں نہیں ایسی بات نہیں۔ آپ کسی کے کہنے میں نہ آئیں۔ وظیفہ یا رسول اللہ
 ہی آپ کے تعلق بالرسول کا ذریعہ ہے۔ اسے چھوڑنے سے رسوائی اور محرومی ملے گی۔
 حضور نور ہیں؟

قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ

بے شک تمہارے پاس اللہ کی جانب سے نور آیا جیسا کہ پہلے ہم بیان کر
 چکے ہیں کہ حضور کی مختلف جہتیں ہیں۔ وہ بشر بھی ہیں نور بھی ہیں اور صخر خدا
 سے واصل اور مخلوق میں شامل۔ یہ تو کسی کا دعویٰ نہیں کہ آپ صرف اور
 صرف نور ہیں۔ پھر مخالفت کس بات کی؟ اور دل تنگ کرنا چہ معنی؟

آنحضرت کی اولاد بھی نور ہے

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دو صاحبزادیاں ام کلثوم اور رقیہ ابولہب
 کی بہوئیں تھیں اور اظہار رسالت سے پہلے ہی ان کے نکاح عتبہ اور عتبہ
 سے ہو چکے تھے۔ اعلان نبوت کے بعد حضور کو صدمہ پہنچانے کی نیت سے
 اس دشمن اسلام نے اپنے دونوں بیٹوں سے ان کو طلاق دلوادی۔ ان کا
 یہ عمل فی الحقیقت حضور کے لئے اطمینان کا باعث ہوا۔ اور ان مقدس عورتوں
 کو کفار کے ظلم سے نجات مل گئی۔ یہ دونوں صاحبزادیاں یکے بعد دیگرے

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نکاح میں آئیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اسی لئے ذوالنورین کا خطاب ملا۔ یعنی دو نوروں والا۔

میری نسل پاک میں ہے پچھو پچھو نور کا

تو ہے عین نور تیرا سب گھرانہ نور کا

سبحان اللہ! جس نبی کی دو گلبرگوں شول کو بیاہ لانے والا اور دو نوروں

والا کہلایا ہے اور اس پر تمام حلقے متفق ہیں وہ نبی خود نور کیوں نہیں ہوگا؟

اس کا نور نہ ہونا نہ ایمان کی رو سے جائز ہے نہ منطوق کے لحاظ سے۔ کیوں کہ

قرآن حکیم بار بار اس کا اعادہ فرما رہا ہے۔ خدا تعالیٰ منکروں کو ہدایت بخشنے آئیں

روایاتِ صالحہ

اوج پر اس کے مقلد کا سدا ہے جسے جواب میں سید ابرار نظر آتے ہیں
 تعلق بالرسول کا تقاضا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار کا
 از حد شوق پیدا کیا جاتے۔ طلبِ صادق ہوگی تو ناممکن ہے کہ وہ پوری نہ ہو۔ خود حضور
 نے فرمایا ہے: "مانگو تو تم کو دیا جائے گا۔ ڈھونڈو تو پاؤ گے۔ اور دروازہ کھٹکھاؤ گے تو
 کھولا جائے گا۔ کیوں کہ جو مانگتا ہے اسے دیا جاتا ہے۔ جو ڈھونڈتا ہے وہ پاتا ہے۔
 اور جو کھٹکھٹاتا ہے اس کے لئے (دروازہ) کھولا جاتا ہے تو ظاہر ہے کہ ایک امتی ہی
 اپنے نبی کا دروازہ کھٹکھٹاتا ہے گا۔ اور حسبِ وعدہ دل کی مرادیں پاتے گا۔ ہمارے
 تجربہ میں آیا ہے کہ جس شخص نے بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دیدار سے مشرف
 ہونے کے لیے تمنا کی ہے وہ ضرور پوری ہوتی ہے۔ وہ لوگ جو ہر دم اٹھتے بیٹھتے
 دیوانہ وار آپ کو دیکھنے کی تمنا میں حیران و غلطاں رہتے ہیں ضرور ہی کامیاب و کامران
 ہوتے ہیں۔ ۱۹۰۰ء میں پوٹنالیس سال کی عمر میں فوت ہونے والے بیانِ یزدانی میرٹھی
 کی یہ نعت کس قدر دل پر اثر کرنے والی ہے کہ ایک عالم میں مقبول ہوتی مدت کے

وقت اس کو سوز اور درد کے ساتھ پڑھنے والوں نے حضور کی زیارت کی ہے۔

خواب میں زلف کو مکھڑے سے ہٹالے آجا

بے نقاب آج تو اے گیسوؤں والے آجا

بے کسی پر مری خوں روتے ہیں چھالے آجا

راہ میں چھوڑ گئے قافلہ والے آجا

حق نے قوش ہو کے تجھے ساری خدائی بخشتی

اپنے بندوں کو کیا ترے حوالے آجا

کون ہے ماہ عرب کون ہے محبوب خدا

اے دو عالم کے حسینوں سے زرا لے آجا

دم ترمی دید کو آنکھوں سے لگا رکھا ہے

لے رہے ہیں ترے بیمار سنبھالے آجا

ہوں سیاہ کار میرے عیب کھلے جاتے ہیں

کھلی دالے مجھے کھلی میں چھپالے آجا

صورتِ لالہ ہے پڑ داغ بیان کا سینہ

پڑ ہے ہیں ترے بیمار کے لالے آجا

یہ فرمانِ نبوتِ رویا مومن یا رویا صالحہ (اچھے خواب) اجزائے نبوت کا چھیا لیسواں

حصہ ہوتے ہیں۔ نیز حضور کا فرمان ہے کہ جس شخص نے مجھ کو خواب میں دیکھا اس

نے حق دیکھا (یعنی سچا خواب دیکھا اور مجھی کو دیکھا) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور بعض حیثیات، میرے ساتھ شدت سے محبت رکھنے والے وہ لوگ ہیں جو میرے بعد ہوں گے کہ ان میں سے ہر شخص تمنا کرے گا کہ وہ سارے اہل دعیال کے عوض مجھ کو دیکھے۔ یعنی اگر ان سے کہا کہ سب اہل دعیال، جان و مال قربان اور خدا کرنے کے لیے تیار ہو گے تو حضور کی دولت زیارت ملے گی تو وہ اس پر راضی ہو جائیں گے۔

ع۔ محمڈ گھر کا گھر بیٹا ہوں

ہم یہاں چند روایات سے عالمہ بیان کرتے ہیں جو کہ اہل ایمان کی بھنگی عقیدہ اور اطمینان قلب کا باعث ہوں گے۔ مولا کریم عزوجل سے دعا ہے کہ وہ ہم سب مسلمانوں کو اپنا بندہ اور حضور علیہ السلام کا امتی ہوتے اور صحیح معنوں میں ہونے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین

۱۔ شیخ شرف الدین بوسیری کا قصیدہ بردہ دنیا بھر میں مشہور ہے بردہ چادر کو کہتے ہیں۔ بوسیری کا پخلا ڈھرفالچ سے بے کار ہو گیا تھا۔ ان کے دل میں قدرت کی جانب سے اتفاق ہوا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت و مداح میں ایک قصیدہ نظم کریں اور اسے بہ خلوص عقیدت ایک جگہ تہا پڑھیں ایسا ہی کیا گیا نیند کا غلبہ ہو گیا تو خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قصیدہ سن کر پسند فرمایا اور دعا بیدار ہوتی چادر بوسیری کو عطا فرمائی۔ شیخ بیدار ہوتے تو ان کا جسم بالکل تندرست ہو چکا

تھا اور وہ چادر آپ کے جسم پر تھی۔

حالانکہ یہ راز مہی کریم اور ایک اُمّتی کے درمیان تھا۔ بوسیری سے ایک درویش نے آکر سارا قاعدہ سنا دیا۔ اور کہا کہ اس مجلس میں بھی حاضر تھا۔ مجھے قصیدہ کی نقل کرنے کی اجازت دی جاتے۔ جو کہ دے دی گئی۔ لوگوں میں یہ خبر مشہور ہو گئی اور انھوں نے اس قصیدے کو عزت و احترام سے سرائیکھوں پر لیا اور اس کی برکتوں سے فیض یاب ہوتے۔ صوفیائے کرام اس کا خاص طریق پر تطبیق کرتے ہیں۔ حکومتِ ترکی نے قصیدہ بُردہ کو مسجد نبوی میں اور روضہ نبوی میں دیواروں پر سنہرے حروف سے لکھوا دیا تھا۔ بعد میں موجودہ حکومتِ حجاز نے اسے مٹوا دیا ہے۔

(قصیدہ اور اس کے خواص کے متعلق کتابِ برکات بُردہ، ملاحظہ فرمائیے)

۲۔ سلطان محمد نور الدین نے عیسائیوں کے مقابلہ میں صلیبی معرکوں میں نمایاں جنگی کارنامے انجام دیئے۔ ان کے خواب میں حضورِ درکاتنا تشریف لاتے اور دو آدمی دکھا کر ہدایت فرمائی کہ ان سے میری خلاصی کراؤ۔ زندگی نے تین باریہ خواب دیکھا تو سوچا ضرور کوئی بات ہے اور اپنے وزیر کے ساتھ مدینے کی طرف روانہ ہو گئے اور سولہ یوم میں شام سے مدینے پہنچے۔ ان آدمیوں کی تلاش کے لیے اہل شہر کو مامور کیا لیکن کامیابی نہ ہوتی پھر سارے باشندوں کو انعام و اکرام دینے کا اعلان کیا۔ لوگ باری باری آپ کے سامنے سے گزرے اور انعام حاصل کیا۔ پھر بھی وہ آدمی نظر نہ آتے۔ جو حضور نے خواب میں دکھاتے تھے۔ بالآخر معلوم ہوا کہ دو آدمی عبادت گزار اور گوشہ نشین ہیں جو کہیں

نہیں جاتے ان کو بلوایا گیا تو وہی تھے جو کہ خواب میں دکھلاتے گتے تھے۔ ان کے حجرے میں تلاشی لی گئی تو بسیار تلاش کے بعد معلوم ہوا کہ زمین پر تختہ کے نیچے رنگ کھودی جا رہی تھی جو حضور کی قبر شریف کی طرف جاتی تھی اور وہ اس طرح آپ کے جسم مبارک کو نکال کر عیسائی بادشاہوں کے پاس روم لے جانا چاہتے تھے۔ تاکہ مسلمانوں کا وہ مرکز ختم ہو جاتے جو مدنیہ منورہ میں تاقیامت قائم رہتا تھا۔ ان لعینوں کے ہر قلم کرتے گتے اور نور الدین زنگی نے روضہ رسول کے گرد گرو سیسہ بگلو کر ڈلوادیا تاکہ قیامت تک کوئی گستاخ پھر ایسی حرکت نہ کر سکے۔

آج بھی گنبد خضرا انہی دیواروں پر قائم ہے۔ سلطان نور الدین زنگی درجہ امتد علیہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اس فرض کی ادائیگی سوچی جانے پر بہت خوشی تھی۔ آپ متقی اور پابند صوم و صلوات بادشاہ تھے۔ اُمتِ محمدیہ میں حضرات خلفائے راشدین و حضرت عمر بن عبدالعزیز کے بعد سلطان نور الدین زنگی ہی کا درجہ ہے۔

۳۔ ایک صحابی ابو حازم رضی اللہ عنہ کو ایک شخص نے آگربیان کیا کہ میں نے امام الانبیا علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خواب میں دیکھا ہے آپ نے ایشاد فرمایا ہے کہ ابو حازم سے کہہ دینا کہ تم میرے روضہ پاک کے پاس سے گزر جاتے ہو اور رک کر سلام بھی نہیں کرتے۔ ابو حازم نے سن کر اپنی کوتاہی پر بہت افسوس کیا پھر یہ آپ کا معمول ہو گیا کہ جب بھی ادھر سے گزرتے کھڑے ہو سلام عرض کرتے اور پھر آگے بڑھتے۔

۴۔ طارق بن زیاد نے سائے میں اندلس (ہسپین) کے ساحل پر پڑا دیکھا اور اپنے

جہاز جلا ڈلے کہ واپسی کا خیال بھی دل میں نہ آتے صرف سات ہزار کے لشکر سے
 نصرانیوں کی ایک لاکھ نفری پر فتح پاتی۔ اسے پانچ ہزار کی کمک افریقہ سے بھی ملی۔
 گویا کل فوج باہ ہزار تھی لیکن اسپین کی تاریخ بدل ڈالی۔ یہ سب کچھ حضور فخر عالم صلی اللہ
 علیہ وسلم کی خواب میں زیارت کی برکت تھی۔ آپ مدہ مہاجرین و انصار تشریف لاتے اور
 طارق بن زیاد کی حوصلہ افزائی فرماتی آپ خواب میں مدہ اصحاب اندلس میں داخل ہوتے
 طارق پیچھے پیچھے تھے۔ اس بشارت کے بعد آپ (طارق) کی آنکھ کھل گئی اور
 ۵۔ اس نے اپنے ساتھیوں کو اکاہ کیا جس کے بعد انھوں نے کفار پر فتح پاتی۔

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک بزرگ
 نے خواب میں آکر فرمایا یہ ٹھیک ہے خیر و برکت کا زمانہ گزر گیا ہے اگر آپ تمھارے
 دلوں میں دینی کاموں کے متعلق شک و شبہ پیدا کرے تو تم مالک بن انس کی طرف
 رجوع کیا کرو۔ پھر حضرت محمد عسقلانی کے خواب میں آکر فرمایا وہ اے عسقلانی میرے
 نے انس بن مالک کو ایک خزانہ دے دیا ہے جسے وہ تم سب میں تقسیم کر رہا ہے
 ہیں؛ اور وہ خزانہ موطا امام مالک ہے۔

۴۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے عیسیٰ حالت جنگ میں بادشاہ رومانے
 اسلام کے متعلق سوالات کئے اور خفیہ طور پر مسلمان ہو گیا۔ کیوں کہ اس کے لشکریوں
 نے اس سے اتفاق نہ کیا۔ رومانس رحمۃ اللہ علیہ کی تدبیروں سے مسلمانوں کو فتح
 نصیب ہوتی۔ فتح کے بعد اس کی بیوی حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کے پاس آتی اور بیان کیا کہ ایک نورانی صورت نے آکر مجھے خواب میں بتایا ہے کہ
 تمام د عراق مسلمانوں کے ہاتھوں فتح ہو گئے ہیں نے دریافت کیا آپ کون ہیں
 انھوں نے کہا محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ آپ نے مجھے اسلام لانے
 کو فرمایا۔ میرے مسلمان ہونے کے بعد آپ نے مجھے دو سورتیں قرآن مجید سے
 سکھائیں۔ اس نے وہ سورتیں حضرت خالد کو سنادیں۔ جو سورۃ فاتحہ اور سورۃ اخلاص
 ہیں۔ اس خاتون کو اپنے خاوند روماس کے مسلمان ہونے کا پتہ نہ تھا۔ اس نے
 حضرت خالد سے کہا یا روماس مسلمان ہو جائیں یا پھر مجھے طلاق دے دیں۔ تو
 حضرت خالد نے بتایا کہ روماس تو پہلے ہی مسلمان ہو چکے ہیں تو اس کی بیوی بہت
 خوش ہوئی اور روماس کے ساتھ راضی با رضی رہنے لگیں۔

۷ حضرت ابو بکر کثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میرے دل میں حضرت علی رضی
 اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق دسواں کہ حضرت امیر معاویہ باطل پر ہی ہوں پھر بھی حضرت
 علی چونکہ حضور کے ارشاد کے بموجب لافتنی الاعلیٰ ہیں۔ ان کو چاہیے تھا
 کہ مسلمانوں کا خون خرابہ کرنے کی بجائے سلطنت کا کاروبار معاویہ کے سپرد کر دیتے
 میرا مکان صفا اور مروہ کے درمیان ہے۔ مجھے خواب میں حضور نظر آئے کہ آپ
 کے چاروں یار و دربار نبوی میں موجود ہیں۔ حضور نے ایک کر کے ان کے متعلق مجھ سے
 پوچھا۔ جب حضرت علی کے متعلق دریافت کیا تو میں نے اپنے غبار کی وجہ سے
 شرمندگی محسوس کی اور ان کے متعلق کچھ کہہ نہ سکا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے

مجھے سیدنا علی کا بھاتی قرار دیا۔ اس پر ہم دونوں ایک دوسرے سے گلے مل گئے بعد ازیں وہ سب تو چلے گئے حضرت علی مجھے ساتھ لے کر جبل ابو قیس پر چلے گئے۔ جہاں سے حرم کعبہ کا نظارہ کیا۔ جب میں خواب سے بیدار ہوا تو آپ اپنے کو جبل ابو قیس پر پایا۔ اور میرا دل حضرت علی کی طرف سے بالکل صاف ہو چکا تھا اور اس غبار کا شائبہ بھی میرے سینے میں نہ رہا۔

۸۔ حضرت سید علی ہجویری المعروف حضرت داتا گنج بخش کو کئی بار حضور کی زیارت نصیب ہوئی۔ آپ فرماتے ہیں میں نے ایک مرتبہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور عرض کیا یا رسول اللہ مجھے کوئی وصیت فرمائیے آپ نے ارشاد فرمایا

درحقیقت حواس خمسہ دیکھنا، سنا، چھونا، بولنا، سونگھنا اگر احکام الہی کے تابع رکھے جائیں تو سب سے بڑا مجاہدہ ہے اور اسی سے انسان صحیح معنوں میں مومن اور متقی ہوتا ہے۔

۹۔ سید اشرف جہانگیر سمنانی رحمۃ اللہ علیہ زیارت مدینہ کے دوران بیمار ہو گئے۔ حتیٰ کہ ہمراہی مایوس ہو گئے۔ تکلیف کو اکیسویں شب کھتی کہ حضور سرور کائنات خواب میں آتے اور بشارت فرماتی کہ اشرف ابھی تمہاری عمر بہت باقی ہے علم زکوٰۃ تمہارے وسیلے سے بہت سے مسلمان دروازہ وصول تک پہنچیں گے۔ بہت سے عوام تمہارے ذریعے سے خواص کی منازل میں جگہ پائیں گے، بشارت کے

بعد صبح ہوتے صحت کے آثار نمودار ہوتے اور حضرت اشرف سمنانی کو صحت سگلی حاصل ہو گئی آپ نے ۱۲۰ سال عمر پائی۔ آپ کچھ چھبہ شریف ضلع فیض آباد (بھارت) میں آسودہ خواب میں۔

۱۰۔ شیخ محمد ابوالموہب شاذلی رحمۃ اللہ علیہ جو جامعہ ازہر میں رہتے تھے دیکھا کہ ایک شخص قصیدہ بردہ کے اس شعر پر اعتراض کرتے ہیں

مبلغ العلم فیہ انہ بشر
وانہ خیر خلق اللہ کلہم

ترجمہ۔ پس علم کی رسائی تو اتنی ہے کہ وہ بشر ہیں اور بے شک اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق سے افضل ہیں، معترض نے کہا اس کلام پر کوئی دلیل نہیں۔ میں نے جواب دیا کہ اجماع اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ تمام مخلوقات (ملائکہ و انبیاء) سے افضل ہیں۔ بحث کرنے کے بعد بھی معترض پر کوئی اثر نہ ہوا۔

اسی شب ساترہ ہفت آسماں جناب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی۔ جامعہ ازہر کے منبر کے پاس جلوہ افروز ہیں۔ صدیق اکبر اور فاروق اعظم رضوان اللہ اجمعین ہمراہ ہیں۔ مجھے فرمایا ہمارے حبیب کو مرحبا۔ پھر حضور نے یہ مستند اپنے حضرات شہین سے دریافت فرمایا۔ انھوں نے بیک آواز کہا کہ وہ یا رسول اللہ روتے زمین پر کوئی بھی آپ سے افضل نہیں۔ خدا تعالیٰ کے بعد آپ ہی کا درجہ ہے۔ اس کے بعد حضور نے فرمایا: پھر فلاں مرائی کو کیا ہو گیا ہے جو زندہ نہیں رہے گا۔

اگر زندہ رہے گا تو ذلت و گمنامی اور تنگ حالی میں رہے گا اور دنیا و آخرت میں ناکام رہے گا۔ وہ کہتا ہے کہ میرے افضل ہونے پر اجماع امت نہیں ہے۔ خدا اسے دوست رکھتا ہے جو مجھے دوست رکھتا ہے جو اپنی راتے پر قول اجماع پر ترجیح دیتا ہے وہ اہل سنت والجماعت ہے۔ یہی طریقہ نجات ہے۔ لیکن جو بات اجماع سے ثابت نہیں ہے اس میں اپنا قیاس کرنا اور عقل چلانا صرف اس وقت جائز ہے۔ جب یہ قیاس قرآن و سنت کے خلاف نہ ہو، یہ واقعہ شیخ شافعی نے بیان فرمایا۔ انہی سے مروی ہے حضور کی زیارت نصیب ہوتی۔ آپ نے فرمایا میں مردہ نہیں ہوں۔ میرا مرنا یہ ہے کہ جس کو اللہ تعالیٰ کا علم نہیں ہے اس سے تو میں پوشیدہ ہوں اور جس کو اللہ کا علم ہے اس کو میں دیکھتا ہوں اور وہ مجھے دیکھتا ہے۔

۱۱۔ شیخ فضل اللہ جمالی نے حضور کی شان میں جو یہ شعر کہا اسے حضور نے خواب میں آ کر پسندیدگی کی سند دی ہے۔

موسیٰ زہوش رفت بیک پر تو می صفات

تو عین ذات می نگری و درستی

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اخبار الاخیار لکھا ہے کہ کئی علمائے کرام کو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیت کے مقبول ہونے کی بشارت ہوتی۔ آپ نے بشارت سے فرمایا: هذا المدحی یہ میری سچی تعریف ہے۔ دنیا کے بادشاہ اپنے مداح کرنے والے شاعروں کو سونے چاندی میں تولتے ہیں۔ لیکن

حضور کی اس قدر افزائی کے مقابلے میں ان کی داد و پیش کو قی قدر نہیں رکھتا ہے۔ علامہ

اقبال نے بھی اس شعر کو فارسی کی نعت کا بہترین شعر قرار دیا ہے

۱۲۔ امام قاضی یوسف کی محفل میں لوکی دکھ دکھی بات چل نکلی۔ ایک شخص سے کہا

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو لوکی بہت پسند تھی جس پر ایک دوسرے شخص نے کہا مجھے

تو اچھی نہیں لگتی۔ پس اس وقت امام یوسف قاضی نے اس شخص کے مرتد ہونے

کا فتویٰ جاری کر دیا فرمایا چونکہ اس نے یہ بات حضرت محمد رسول اللہ کے مقابلہ میں

یہ بات کہی ہے۔ اس لیے مرتد ہونے کا فتویٰ جاری کیا جائے گا۔ فاعتبروا

یا اولی الابواب۔

حالانکہ لوکی کھانا حضور کی عادت مبارک تھی۔ یہ دین یا شریعت کا کوئی حکم نہ تھا۔ نہ ہی

اس شخص نے دانستہ آپ کی گستاخی کی نیت کی تھی۔ لیکن بات یہ ہے کہ چونکہ مسئلہ زیر بحث

میں آپ کی عادت شریفہ کا ذکر ہو رہا تھا۔ جب دوسری طرف فوراً یہ جملہ کہا گیا۔ لہذا

بظاہر یہ مقابلہ کی کیفیت ہو گئی۔ اس لیے ظاہر ہی حالت میں یہ فتویٰ دینا ضروری

ہو گیا۔ وگرنہ عام حالات میں کوئی بات قابل گرفت نہیں ہوتی۔

مقام مؤرخ ہے کہ وہ اللہ ولے کس قدر حضور کی عزت و تکریم کا لحاظ رکھتے تھے

۱۳ سید محمود احمد رضوی مدیر اعلیٰ درضوان، لاہور لکھتے ہیں۔ ایک شخص نے نبی

کریم کو خواب میں دیکھا اور عرض کیا میں نے آپ کی حدیث سنی ہے کہ مومن کی جان

اس طرح نکل جاتی ہے۔ جیسے خیر ہی آٹے سے بال۔ کیا یہ درست ہے؟

آنحضرت نے ارشاد فرمایا صحیح ہے۔ عرض کیا قرآن پاک میں جان کنی کی سخت شدت بیان کی گئی ہے پھر ان دونوں میں کیسی مطابقت ہوگی۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ سورتہ یوسف کا مطالعہ کرو تمہیں جواب مل جائے گا۔ بیدار ہونے پر اس شخص نے بار بار سورتہ یوسف کی تلاوت کی۔ لیکن جواب سمجھ میں نہ آیا۔ بالآخر ایک درویش سے جو عالم ہونے کے ساتھ اللہ والے بھی تھے ذکر کیا۔ انہوں نے کہا تمہارا جواب اس آیت میں ہے۔ ترجمہ۔ زمانِ مصر نے جب یوسف کے حسن کو دیکھا تو اپنے ہاتھ کاٹ لیے اور کہا سبحان اللہ یہ بشر نہیں ہے یہ تو فرشتہ ہے، بالکل اسی طرح ایک مومن کی روحِ قفسِ عنصری سے پرواز کرتی ہے تو جمالِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے سامنے ہوتا ہے۔ مرنے والا چہرہ نبوی حسنِ خدا داد کا نظارہ کرتا ہے اور حسنِ مصطفوی دیکھنے میں آنا محو ہوتا ہے کہ نزع کی تکلیف کا اس کو ذرا بھی احساس نہیں ہوتا۔ قرآن پاک نے نزع کی حقیقی تکلیف کی وضاحت کی ہے اور حدیث شریف صرف اس تکلیف کے احساس کی نفی کرتی ہے۔ اصل تکلیف کی نہیں لہذا دونوں میں مطابقت موجود ہے۔

۱۴۔ ایک بار علامہ اقبال رحمہ اللہ تعالیٰ کے پاس ایک نیک نوجوان پیرزادہ تشریف لائے اور آپ کو دیکھتے ہی رازد قطارِ روزنا شروع کر دیا علامہ نے خیال کیا شاید یہ مصیبت ذرہ پریشان حال نوجوان کسی ضرورت کے تحت میرے پاس آیا ہوگا۔ شفقتِ آمیز لہجے میں استفسار حال کیا۔ نوجوان نے کہا مجھے کسی مدد کی ضرورت نہیں۔ مجھ پر اللہ کا بڑا فضل ہے۔ قصیدہ ہے کہ سری نگر کشمیر کا رہنے والا ہوں۔ عالم کشف میں ایک دن

میں نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دربار دیکھا۔ نماز کے لیے صف بندی کے وقت حضور نے پوچھا کہ محمد اقبال آیا یا نہیں؟ معلوم ہوا نہیں آیا۔ اس پر ایک بزرگ لائے کے لئے گئے۔ گھوڑے دیر کے بعد کیا دیکھتا ہوں ایک نوجوان آدمی جس کی ڈاڑھی منڈھی ہوئی رنگ گورا تھا بزرگ کے ساتھ اگر صف میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دائیں جانب گھڑا ہو گیا۔ پیرزادہ نے کہا میں نے پہلے آپ کی شکل نہ دیکھی تھی اور نہ ہی نام دپتہ جانتا تھا ایک بزرگ کشمیر میں ہیں۔ مولانا نجم الدین جو آپ کی تحریروں کی ویب سے جانتے تھے۔ انھوں نے یہ بتایا کہ یہ علامہ اقبال ہی ہو سکتے ہیں۔ اس طرح آپ سے ملاقات کا شوق پیدا ہوا۔ آپ کی صورت دیکھتے ہی میری آنکھیں اشک بار ہو گئیں کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے میرے کشف کی عالم بیدار ہی میں تصدیق ہو گئی ہے۔ کیوں کہ جو شکل میں نے عالم کشف میں دیکھی تھی۔ آپ کی شکل و شبہات عین اس کے مطابق ہے۔ یہ بھی فرق نہیں ہے۔ اس کے بعد آپ پیرزادہ چلے گئے۔

۱۵۔ ۱۹۶۵ء میں کراچی کے ایک بزرگ حاجی نور محمد صاحب کو مدینہ منورہ سے ایک خط موصول ہوا تھا۔ اس میں مندرج سے کہ جس روز لاہور پر بھارت کی طرف سے حملہ ہوا اسی روز یہاں ایک دو حضرات نے خواب میں دیکھا حرم شریف کے اندر مجمع کثیر روضہ اقدس سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بہت عجلت سے ظاہر ہوتے اور گھوڑے پر سوار ہو کر باب السلام کی طرف چلے گئے۔ بعض حضرات نے عرض کیا یا رسول اللہ اس قدر جلدی میں آپ گھوڑے پر شریف لے جا رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا جہاد

کے لئے۔ اور پھر یک دم برق کی مانند بلکہ اس سے بھی زیادہ تیز روانہ ہو گئے۔ آپ کے پیچھے مواجبہ شریف سے پانچ حضرات مزید اس راستہ سے موٹر میں سوار ہو کر ہوائی جہاز کی سی تیز رفتاری سے وہاں سے پرواز کر گئے۔

پاکستانی عوام نے جنگ تمبر کا یو جی مشاہدہ کیا ہے۔ عوام کی تنظیم، جذبہ ایمان اور اتحاد نیز افواج پاکستان کی بہادری نے قرون اولیٰ کی یاد تازہ کر دی تھی۔ دینہ ظاہر سے کہ خدا اور رسول ر صلی اللہ علیہ وسلم کی تائید اس وقت تک شامل رہتی ہے۔ جب تک کہ مسلمان آپ کے بتاتے ہوتے راستہ پر چلتے رہتے ہیں۔ اگر اب بھی ہم حب الوطنی، شوق شہادت، ایثار و قربانی، عبادت و ریاضت، عرض زندگی کے ہر شعبہ میں اسی جذبہ کا اظہار کریں گے۔ تو کامیابی اب بھی ہمارے قدم چومے گی۔

حرف آخر

اس مختصر کتاب میں قاری کے ذہن میں یہ بات بٹھانے کی کوشش کی گئی ہے کہ بعد از خدا بزرگ ترین شخصیت (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مرتبے اور عند اللہ اعلیٰ درجے پر حرف زنی کرنا بدترین اعمال میں سے ہے۔ آپ کے انسان ہونے اور ہماری طرح زندگی گزارنے کی جہتوں کو ابھارنا آپ کی امت ہونے کے دعویدار اصحاب کو زیب نہیں دیتا۔ ہمیں حضور شافع یوم الشور صلی اللہ علیہ کی علوم مرتبی اور آپ کے مخلوقات میں اعلیٰ ترین درجہ کو سامنے رکھنا چاہیے اور اسی لحاظ سے سیر کا ادب کرنا چاہیے۔

اس بات کی ایک معمولی مثال یہ ہے کہ ماں کا درجہ کسی قدر بلند اور مقدس ہوتا ہے۔ اگر کوئی ماں کو باپ کی بیوی کے لحاظ سے جلنے اور انکے تعلقات زنا شونیٰ کو ابھارے تو سمجھ لیجئے کہ اس کی یہ حرکت اس کو موڈب اولاد کا درجہ نہیں دے سکتی بلکہ گستاخ قرار دے گی۔ ماں کے متعلق ایسا سوچنے کا یہ حال ہے تو اس ہستی کے متعلق گھٹیا سوچ کس قدر قابل مواخذہ ہوگی جس کے متعلق تو در ب العالمین نے فرمایا ہے کہ اس کی بارگاہ میں محض آواز بلند کرنے سے انسان کے اعمال اکارت جاتے ہیں اور اسے پتہ بھی نہیں چلتا۔ اسی لئے میرے محترم قارئین خدا را حضور رحمتہ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی قدر پہنچائیے۔ اور اپنے رویے کی اصلاح کیجئے۔

موضوع زیر بحث کی تائید مزید

اس مختصر سے کتابچے کی توقع سے بڑھ کر مقبولیت ہوئی ہے۔ احباب نے اس سلسلے میں تائید اہل سنت میں مزید حقائق اگلے ایڈیشن میں شامل کرنے کی تاکید کی ہے۔ راقم الحروف قارئین کے اس مطالبہ کا خوش دہلی سے خیر مقدم کرتا ہے اور اس دینی ضرورت کی تکمیل کے لیے جدوجہد کے نتیجے میں آگے آنے والے صفحات پیش خدمت ہیں۔

نبی کریمؐ کی قبر شریف کی زیارت گویا آپؐ کی زیارت ہے

شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جب مدینہ منورہ کی حاضری نصیب ہوئی تو میں نے حضرت سید البشر علیہ افضل الصلوات و اتم التحیات کے رونہ منورہ کی طرف متوجہ ہو کر بڑے بڑے فیض حاصل کئے۔ نمازِ حساب نے ان فیوض الحزمین پر اسی نام کی مکمل تصنیف بھی لکھی ہے۔ اور فرمایا

ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے میری تربیت فرمائی ہے اور خود سلوک کا راستہ طے کرایا ہے۔ اس لیے میں آپ کا بلا واسطہ شاگرد ہوں اور آپ کا اولیسی ہوں۔

حضرت مولانا شاہ زکریا مدظلہ فرماتے ہیں: "جب یہ بات طے ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی وفات کے بعد اپنی قبرِ اطہر میں زندہ ہیں تو آپ کی خدمت میں وفات کے بعد حاضر ہونا ایسا ہی ہے جیسا کہ قبل وفات حاضری دی جاتی ہے چنانچہ ارشادِ ربّانی ہے ومن ینخرج من بیتہ مهاجراً الی اللہ ورسولہ یعنی جو اپنے گھر سے اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہجرت کرے۔ لہذا جس طرح حضور کی حیاتِ ظاہری میں ہجرت آپ کی خدمت میں کی جاتی تھی اسی طرح آپ کی وفات کے بعد بھی آپ کی خدمت میں ہجرت کرنے کا وہی حکم ہوگا جو قبل وفات تھا۔"

گویا زیارت کے لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کی طرف جانا متذکرہ آیت شریفیہ کے مطابق آپ کی طرف ہجرت ہے اور یہ حاضری بڑی سعادت اور خوش نصیبی ہے۔

انبیاء اور اولیاء کا توسل توحید منافی نہیں ہے

علامہ دیکھو رحمة اللہ علیہ فرماتے ہیں انبیاء اور اولیاء کا وسیلہ لینا توحید کے منافی نہیں ہے کیوں کہ از روئے شریعت یا لغت یا عرف توسل عبادت کو نہیں کہتے۔ اللہ تعالیٰ جل شانہ نے اس عالم کی بنا اسباب اور مستببات پر ہی رکھی ہے۔ حشر کے دن اللہ تعالیٰ گنہگاروں کی مظاہرین معاف فرمائے گا لیکن پیغمبروں اور نسیکو کاروں کی شفاعت پر سختے گا۔ لہذا اسباب، وسائل اور وسائل ہی شفاعت کا باعث ہیں۔ ان سے صرف نظر کرنا سنت الہیہ سے اعراض ہے۔ انہی پر بناٹے عالم ہے توسل کو، غیر اللہ کی عبادت سمجھنا غلط ہے۔ **وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ** فرمان خداوندی ہے کہ اس تک پہنچنے کے لئے وسیلہ تلاش کرو کہ توسل زندہ یا مردہ دونوں سے جائز ہے۔ وجہ یہ ہے کہ طلب تو کار ساز حقیقی یعنی اللہ ہی ہے کی جاتی ہے وسیلہ سے نہیں لہذا مقام غور ہے کہ دینے والا اللہ ہی ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قحط پٹنے پر باران رحمت کی طلب حضرت

عباس رضی اللہ عنہ کے وسیلے سے کیا کرتے تھے۔ انہوں نے کہا اے اللہ ہم تیری بارگاہ میں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو وسیلہ کرتے تھے اور تو ہم پر پانی برساتا تھا۔ اب ہم تیری بارگاہ میں اپنے نبی کے چچا کو وسیلہ کرتے ہیں۔ تو ہم پر پانی برسا۔ اس حدیث مبارک کے راوی حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ پھر پانی برساتا تھا۔

بقول سید صدیق حسن خاں۔ ”اہل علم و فضل کا توسل حقیقت میں ان کے اچھے اعمال اور اعلیٰ خصوصیات کا توسل ہے کیوں کہ اچھے اعمال ہی کی وجہ سے ان کو فضیلت حاصل ہوتی ہے۔ جب کوئی شخص کہتا ہے کہ بارِ خدا میں فلاں عالم کا وسیلہ لیتا ہوں تو یہ وسیلہ اس کی علمی خدمات کا وسیلہ ہے۔“

یو اسطہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام سے خطا سرزد ہوئی تو انہوں نے دعا کی یا رب بحق محمد میری خطا معاف فرما۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوا تم نے محمد کا وسیلہ لے کر سوال کیا ہے لہذا میں نے تمہاری خطا معاف کی۔ حضرت عثمان بن حنیف اور ان کی اولاد یہ مبارک دعا لوگوں کو سکھایا کرتے اور مشکل پیش آنے پر اس کو خود بھی پڑھا کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ان کی مشکلیں آسان کرتے تھے۔ وہ دعا یہ ہے :

”یا اللہ میں تجھ سے اپنی حاجت طلب کرتا ہوں، میں تیری بارگاہ میں تیرے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو وسیلہ بنا کر متوجہ ہوتا ہوں، جو کہ نبی رحمت ہیں، یا محمد میں اپنی اس حاجت میں آپ کو وسیلہ بنا کر اپنے آپ کی طرف متوجہ ہوتا ہوں تاکہ وہ میری حاجت روا کرے۔ اے اللہ! میرے حق میں تو ان کی شفاعت کو قبول فرما۔“

مشہور دعاؤں کی کتاب حسن حسین میں ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اور حاکم سب سے یہ روایت ہے کہ اس دعا سے پہلے دو رکعت نماز نفل ادا کرے اور پھر یہ دعا مانگے تو جو حاجت ہوگی پوری ہوگی۔ حسن حسین کی دعائیں ایک ثقہ شخصیت اور ولی اللہ کی جمع کی ہوئی ہیں جو بہت مقبول ہیں۔

دیکھو مزید فرماتے ہیں :

حضرات انبیاء اور اولیاء سے استغاثہ کرنے میں کیا کفر ہے۔ استغاثہ کرنے والا اللہ تعالیٰ سے طلب کر رہا ہے تاکہ اس نیک بندے کی وجہ سے اس کی مشکل آسان ہو۔ اور اگر یہ خیال کر لیا جائے کہ استغاثہ کرنے والا میت سے طلب کر رہا ہے تو اس میں کیا قباحت ہے اور کیا برائی ہے استغاثہ کرنے والے کا یہ خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس میت کو روحانی قوت

عطا کر دی ہے۔ اس کی قوت ملائکہ کی قوت سے مشابہت رکھتی ہے اور وہ اللہ کے حکم اور اس کی اجازت سے بندگانِ خدا کو فائدہ پہنچاتا ہے۔ طلب کرنے والے کے اس خیال میں نہ کفر ہے نہ شرک کی آمیزش ہے۔ ابن تیمیہ وغیرہ کا خیال ہے کہ استغاثہ کرنے والے کے نزدیک اس میت میں الوہیتِ سرایت کہ گئی ہے۔ ان کا یہ خیال قطعاً غلط ہے اور اقرار ہے۔ استغاثہ اور طلب کرنے والا الوہیت کی سرایت کا قائل نہیں ہے۔

انبیاء و اولیاء اور شہداء اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ ان سے استغاثہ جائز ہے۔ ایامِ حرمہ میں حضرت سعید بن المسیب صحابی قبر نبوی علیٰ صاحبہ الصلوٰۃ و التحیۃ سے اذان سنا کرتے تھے (جبکہ مسجد نبوی میں کئی دن نماز ہی نہیں ہوتی تھی اور لوگ گھروں میں محصور ہو گئے تھے) تمام اہل سنت والجماعت کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ حضرات اپنی قبروں میں سنتے ہیں اور زیارت کرنے والے کی بات کو سمجھتے ہیں اور اس کے واسطے دعا کرتے ہیں۔ ہر عالم کے الگ قوانین ہیں۔ برزخ کا حال دنیا کے حال سے الگ ہے۔ اور ہر تعظیمِ عبادت نہیں ہوا کرتی اور نہ ہر دعا عبادت ہے۔ لا تجعلوا دعاء الرسول اور ان ابی یدعواک نیز وانتم یدعوا الی د امر السّلام میں دعا کا لفظ وارد ہے اور وہ عبادت کے لئے نہیں ہے۔ لہذا استغاثہ کرنے والے کی دعا کو عبادت پر کیوں محمول کیا جا رہا ہے؟

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبرِ مکرم کی زیارت مستحبات میں سے سب سے افضل ہے بلکہ اکثر کے نزدیک استطاعت رکھنے والے کے لئے واجب کے قریب ہے۔ (مناسک الفارسی، شرح المختار) دارقطنی اور بزاز سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من زار قبری وجبت لہ شفاعتی۔ (جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لئے میری شفاعت واجب ہوگی) علاوہ ازیں یہ بھی روایت آئی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص میری زیارت کی نیت سے آئے گا اور میری زیارت کے سوا اس کا اور کوئی مقصد نہ ہوگا تو مجھ پر اس کا حق ہے کہ قیامت کے دن میں اس کا شفیع ہوں۔ نیز یہ بھی فرمانِ رسول ہے کہ "جس نے حج کیا اور میری وفات کے بعد میری قبر کی زیارت کی وہ بمنزلہ اس شخص کے ہے جو میری زندگی میں میری زیارت کرتا ہے۔"

(دارقطنی)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حرم کا احترام

قاسمی خیاض لکھتے ہیں خلیفہ منصور عباسی اپنے رفقاء کے ساتھ بلند آواز سے باتیں کرتے ہوئے حرمِ نبوی میں داخل ہوا۔ امام مالک وہاں بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے خلیفہ سے کہا اے امیر المؤمنین اس مسجد میں اپنی آواز کو بلند نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو حضور کا ادب ان الفاظ میں سکھایا ہے:

”اسے ایمان دالو! اونچی آواز میں نہ کرو نبی کی آواز سے، اور ان سے نہ بولو گھبک کر جیسے گھبکتے ہو ایک دوسرے پر، کہہیں اکارت نہ جائیں تمہارے عمل اور تم کو خبر بھی نہ ہو۔“ (حجرات)

آپ کی حرمت اور ادب مرنے کے بعد بھی اسی طرح ہے جس طرح آپ کی حیاتِ ظاہری میں تھا۔ یہ سن کر خلیفہ پہ انکساری اور عاجزی چھا گئی اور انہوں نے امام مالک سے پوچھا:

اے ابو عبد اللہ! میں دعا کرتے وقت قبلہ کی طرف منہ کروں یا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منہ کروں؟ آپ نے فرمایا: تم اپنا منہ ان سے (حضور سے) کیوں موڑتے ہو، وہ تمہارا اور تمہارے باپ آدم علیہ السلام کا وسیلہ ہیں۔ اللہ کے پاس قیامت کے دن تم اپنی کی طرف منہ رکھو اور ان کو شفیع بناؤ۔ اللہ ان کی شفاعت قبول کرے گا۔ وہ فرماتا ہے:-

”اور اگر ان لوگوں نے جس وقت گناہ کئے تیرے پاس آتے پھر اللہ سے استغفار کرتے اور رسول بھی ان کے لئے استغفار کرتے تو اللہ کو بخشنے والا مہربان پاتے۔“

چنانچہ حضرت امام مالک مسلمانوں کو اور خطاکاروں کو مسرت افزا مقام دتے ہیں کہ وہ رحمتِ عالمیاں کے آستانے پر حاضر ہوں۔ اور آپ کو وسیلہ بنائیں تو بہ واسطہ استغفار کریں۔ تو حضور مجسمِ رحمت بن کر ان کے لئے طلب

مغفرت کریں گے اور اللہ تعالیٰ اپنا کریم اور احسان فرمائے گا۔ اور بخشش عطا کرے گا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آستانے سے برکت حاصل کرنا

وفاء الوفاء میں ہے کہ مروان نے ایک شخص کو قبر مکرم پر اپنے رخسار کو رکھے ہوئے دیکھا۔ اس نے اس شخص کی گردن سے اُسے پکڑا اور کہا یہ تم کیا کر رہے ہو؟ اس نے کہا ”میں کسی پتھر کے پاس نہیں آیا ہوں بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور حاضر ہوا ہوں۔ خود میں نے آپ سے یہ سنا ہے کہ دین پر اس وقت نہ دروجب کہ دین داروں کے ہاتھ میں دین کی زمام ہو۔ البتہ اس وقت دین پر آٹسو بہاؤ جب کہ غیر دینداروں کے ہاتھ میں دین کی زمام آ جائے۔ اور یہ شخص کوئی غیر معروف آدمی نہ تھا۔ بلکہ یہ حضرت ابو ایوب انصاری تھے جنہوں نے حاکم وقت کو سبق سکھا دیا۔ آپ زوضنہ رسولؐ پر اس طرح اپنی گالوں کو رکھ کر دلی جذبات کا اظہار کر رہے تھے اور اسے آئندہ آئینوالوں کے لیے نمونہ بنا دیا۔ سردر کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تھے تو حضرت ابو ایوب انصاری ہی کے گھر کو شرف مہمانی بخشا تھا۔

حافظ ابن حجر کہتے ہیں نیک بندوں کے آثار سے برکت کا یہ واقع

حجّت اور دلیل قاطع ہے کہ حضرت سالم مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان ان مقامات سے برکت حاصل کیا کرتے تھے جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازیں پڑھی تھیں۔ نیز یہ بھی کہ عتباں حضور کو اپنے گھر لے گئے۔ وہاں اپنے نماز پڑھی۔ عتباں نے اس مبارک مقام کو مستقل جائے نماز بنا لیا۔

حضرت سالم حضرت عبداللہ بن عمر کے صاحبزادے تھے۔ وہ ہر مسئلہ میں اپنے باپ کے نقش قدم پر چلتے تھے۔ وہ منبر نبویؐ کے منٹھے کو چھو کر برکت حاصل کرتے تھے۔ ان کی عادت تھی کہ جب سفر سے واپس آتے تھے تو مسجد نبویؐ میں دو رکعت نماز پڑھ کر مزار شریف پر حاضر ہو کر قبلہ کی جانب پیٹھ کر کے دایاں ہاتھ قبر مبارک پر رکھ کر آپؐ پر سلام پیش کرتے تھے۔ بعد ازیں حضرت ابو بکر اور اپنے والد مکرمہ (حضرت عمر رضی اللہ عنہ) پر سلام عرض کرتے تھے۔

بھیرہ کا بیان طبقات ابن سعد میں ہے کہ میرے چچا خدیش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک بڑے پیالے میں طعام تناول کرتے دیا تو وہ پیالہ آپ سے طلب کر لیا۔ آپ نے ان کو عنایت کر دیا۔ وہ مبارک پیالہ ہمارے گھر میں تھا۔ جب بھی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آمد ہمارے گھر ہوتی وہ فرماتے لاؤ وہ پیالہ۔ اور ہم زمزم سے بھر کر وہ پیالہ آپ کے پاس لاتے آپ اس میں سے زمزم پیتے۔ اور جو بیچ رہتا اس کو اپنے منہ اور سر پر ڈال

لیتے۔ اتفاق ایسا ہوا کہ ہمارے گھر میں چوری ہو گئی اور اس طرح وہ مبارک پیالہ بھی جاتا رہا۔ اس کے بعد جب حضرت عمر کی آمد ہوئی۔ آپ نے حسب معمول وہ مبارک پیالہ طلب کیا۔ ہم نے اس کے چوری ہو جانے کا ذکر کیا آپ نے یسُن کر فرمایا۔ **بِذِّهِ أَبُوهُ ، سَرَقَ مَخْفَةَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ** رواہ کیا کہتے اس کے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیالہ چُرا لیا۔ اس پر بکیرہ نے کہا **فَوَاللَّهِ مَا سَبَّهُ وَلَا لَعْنَهُ قَسَمَ** ہے خدا کی آپ نے نہ تو اس کو گالی دی نہ ہی لعنت کی۔ بلکہ صرف حیرانی اور تعجب کا ہی اظہار کیا۔

بہت سے علمائے اعلام نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے صاحبزادے سے فرمایا۔ اگر اہل عرب میں اختلاف ہو جائیں تو اے فرزند تم اس غار میں چلے جانا جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ میں چھپا تھا۔ پوری امتیر ہے انشاء اللہ تعالیٰ صبح شام تمہارا بزنق وہاں تم کو ملتا رہے گا۔

اللہ کے غائب بندوں سے مدد طلب کرنا

حصن حصین جو پھٹی منزل میں ہے کہ آئمہ حدیث نے اس مبارک دعا کی روایت کی ہے۔ **إِذَا الْفَلَكُتُ دَابَّتْ دَابَّتُهُ فَلْيُنَادِ أَعْيُنِي يَا عِبَادَ**

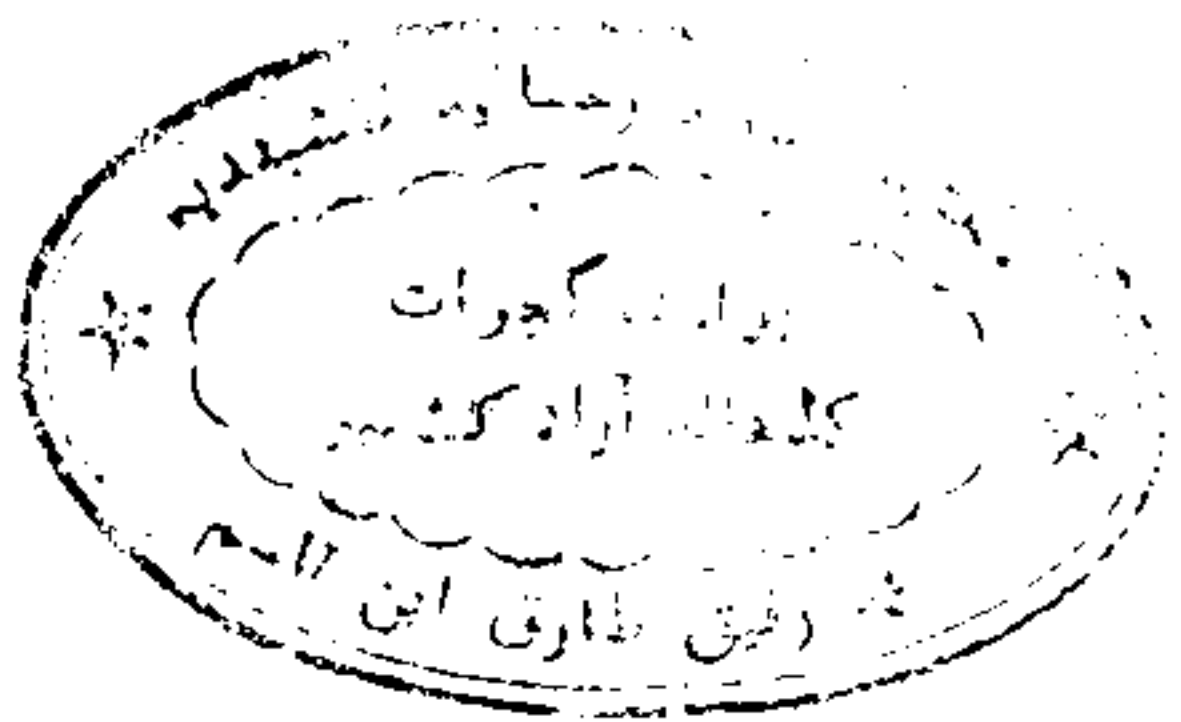
اللّٰہِ (بزاز) رَحِمَکُمْ اللّٰہُ (ابن ابی شیبہ)۔۔ کسی کا جانور کھڑ
 جائے تو وہ پکارے اور کہے۔ اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو۔ اللہ
 تم پر رحم کرے۔

اور اگر مدد چاہے (کسی مشکل میں) تو کہے: یَا عِبَادَ اللّٰہِ اَعِیْنُوْنِی
 یَا عِبَادَ اللّٰہِ اَعِیْنُوْنِی یَا عِبَادَ اللّٰہِ اَعِیْنُوْنِی اے اللہ کے بندو میری
 مدد کرو۔ اے اللہ کے بندو میری مدد کرو۔ اے اللہ کے بندو میری مدد کرو۔
 طبرانی نے یہ بھی لکھا ہے کہ جُرَبِّ ذَالِکَ (اس کا تجربہ کیا گیا ہے)
 امام حنبل کے بیٹے عبد اللہ نے کہا ہے کہ میرے والد نے فرمایا کہ میں نے
 پانچ مرتبہ حج کیا۔ ایک مرتبہ راستے میں بھٹک گیا۔ میں اس وقت پا پیادہ تھا
 میں نے کہنا شروع کر دیا۔ اے اللہ کے بندو مجھ کو راستہ بتاؤ۔ میں اس کو
 دہرا تا رہا حتیٰ کہ راستے تک پہنچ گیا۔

تفسیری منظہری میں ہے کہ آیت فَالْمُدَّ بِرَبِّتِ اَمْرًا کی تشریح
 میں ابن عباس نے فرمایا ہے۔ ایک جماعت فرشتوں کی ہے کہ ان کو
 کاموں پر مقرر کیا گیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان کو وہ کام (کرنے کے لئے)
 بتلائے ہیں۔ گویا اللہ تعالیٰ اگرچہ ہر کام بلا واسطہ اور بلا وسیلہ کرنے کی
 قدرت رکھتے ہیں لیکن سنت اللہ یہ ہے کہ وہ ہر کام کسی نہ کسی کے واسطے
 سے کرتے ہیں۔

”یہ اللہ تعالیٰ کی عادت ہے۔“

امام شافعیؒ اِبْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ کے پیش نظر امام ابوحنیفہؒ رحمۃ اللہ علیہ سے ان کی بعد وفات برکت حاصل کرتے تھے۔ ابن احمد المکیؒ سند کے ساتھ امام شافعیؒ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرے ہیں کہ میں ابوحنیفہؒ رحمۃ اللہ علیہ سے برکت حاصل کرتا ہوں اور زیارت کے لئے ہر روز ان کی قبر پر جاتا ہوں۔ جب مجھ کو کوئی حاجت پیش آتی ہے میں دو رکعت نماز پڑھ کر ان کی قبر پر جاتا ہوں اور وہاں اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجت طلب کرتا ہوں اور کچھ ہی وقت گزرتا ہے کہ میری حاجت پوری ہو جاتی ہے گویا صلحاء کی قبور سے برکت حاصل کرنا دعا کی قبولیت کا باعث بن جاتا ہے۔ (مناقب امام الاعظم ابی حنیفہ ص ۱۹۹)



معلومات

سیرت النبیؐ معلومات کے

آئینہ میں

زاہد حسین انجم

قرآن معلومات کے آئینہ میں

زاہد حسین انجم

عالمی ادبی معلومات

زاہد حسین انجم

عالمی معلومات

تحسین حسین

ذہن بنیے

تحسین حسین

واقفیت عامہ

تحسین حسین

معلومات عامہ

تحسین حسین

تعلیم اسلام

مفتی کفایت اللہ

اسلام کیا ہے ؟

مولانا منظور نعمانی

محمد علی چراغ

ستارے قسمت بدل سکتے ہیں۔

ندیر سنز پبلشرز ۴۰۔ اے ارڈو بازار لاہور



معلومات

سیرت النبیؐ معلومات کے

آئینہ میں

زاہد حسین انجم

قرآن معلومات کے آئینہ میں

زاہد حسین انجم

عالمی ادبی معلومات

زاہد حسین انجم

عالمی معلومات

تحسین حسین

ذہن بنیے

تحسین حسین

واقفیت عامہ

تحسین حسین

معلومات عامہ

تحسین حسین

تعلیم اسلام

مفتی کفایت اللہ

اسلام کیا ہے ؟

مولانا منظور نعمانی

محمد علی چراغ

ستارے قسمت بدل سکتے ہیں۔

ندیر سنز پبلشرز ۴۰۔ اے ارڈو بازار لاہور

